غزلیاتِ نظیری

(تا ردیفِ م)

مع مقدمہ و شرح و حلِ غوامض

آقائے رازی

م فرمان علی بکسیلر پبلشر اردو بازار لاہور

قیمت

نظیری نیشاپوری

محمد حسین نام، نظیری تخلص، اور نیشاپور وطن تھا۔ شاعری کا ابتداء سے شوق تھا۔ اور ابتدائے مشق ہی سے شہرت ہو چلی تھی۔ خراسان میں جب اس کی شاعری مسلم ہو چکی تو کاشان میں آیا۔ یہاں حاتم، فہمی مقصود خردہ، شجاع، رضائی، شاعری میں استاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ ان کے مشاعروں میں جو طرحیں ہوتی تھیں۔ نظیری بھی ان میں طبع آزمائی کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک قدیم غزل طرح ہوئی۔ "جائے تو باشد، ایجائے تو باشد"۔ نظیری نے غزل لکھی،

فلک مزدورِ ایجائے تو باشد　　نوازد ہر کرا رائے تو باشد

"جائے" کا قافیہ استادوں کی غزل میں اس پہلو سے بندھ چکا تھا کہ اس کا جواب نہیں ہو سکتا تھا ؎

دو عالم را بیک بار از دلِ تنگ　　بروں کردیم تا جائے تو باشد

نظیری نے اس پامال قافیہ کو بالکل نئے پہلو سے باندھا ؎

نیازارم ز خود ہرگز دلے را　　کہ می ترسم درو جائے تو باشد

اسی قافیہ میں کسی استاد کا شعر ہے ؎

جہانے مختصر خواہم کہ در وے ہمیں جائے من و جائے تو باشد

اس زمانہ میں عبدالرحیم خانخاناں کی فیاضیوں کا شہرہ دُور دُور پھیل چکا تھا۔ نظیریؔ نے اس کے دربار کا قصد کیا اور آگرہ میں خانخاناں سے ملا۔

غالباً خانخاناں ہی کے تقریب کرنے سے اکبر کے دربار تک رسائی ہوئی اوّل اوّل جب وہ دربار میں پہنچا ہے تو جہانگیر کے بیٹے پیدا ہونے کا جشن تھا۔ نظیریؔ نے اس موقع پر ایک قصیدہ لکھا جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نظیریؔ کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے تھے۔ جو اس کی رسائی میں خلل انداز ہوتے تھے۔

اکبر کی مدح میں اس نے اور بھی قصیدے لکھے اور غالباً مقبول بھی ہوئے۔ لیکن دربار میں اس کو کوئی خاص امتیاز نہیں حاصل ہوا۔ اس لئے اس لئے اس نے اپنا مستقل تعلق خانخاناں کے دربار سے قائم رکھا۔ اور احمد آباد گجرات میں سکونت اختیار کی۔ چند برس کے بعد حج کا ارادہ کیا اور اس تقریب میں ایک قصیدہ لکھ کر خانخاناں کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

زہنر بخود نہ گنجم، چو بہ خُم مے معانی
بدر د لباس بر تن چو بجوش دم معانی

اس میں شاعرانہ طریقہ سے مصارفِ سفر کی درخواست کی ؎

ہمہ عیش ایں جہانی، بعنایتِ تو دیدم

چہ عجب اگر بیابم ز تو زاد آں جہانی

خانخاناں نے سفر کا سامان کر دیا۔ چنانچہ سورت سے جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کو روانہ ہوا۔ راستہ میں بدّوؤں نے لوٹ لیا۔ تاہم اس نے حج اور زیارت دونوں حاصل کیں۔

حج سے واپس آکر اس نے مراد کے دربار میں رسائی حاصل کی اکبر نے شہزادہ مراد کو دکن کی مہم پر بھیجا تھا وہ ان اطراف میں فوجیں لئے ہوئے پڑا تھا۔ نظیری چلتا پھرتا ہوا اس طرف جا نکلا۔ دربار میں جانا چاہتا تھا۔ کہ راہ میں ایک قدر داں کی پڑ گئی۔ اس نے بڑھ کر کہا کہ خوب موقع پر آئے نوروز کا جشن ہے قصیدہ لکھ کر پیش کیجئے۔ خود جا کر شاہزادہ سے تقریب کی۔ چوبدار آکر لوا گیا۔ دربار میں سجدہ بجا لانے کا دستور تھا۔ لیکن دربار کی شان و شوکت دیکھ کر نظیری کے حواس جاتے رہے اس لئے آداب اور آئین سب بھول گیا۔ نقیبوں نے باز پرس کی تو جواب دیا کہ میں نے آج تک یہ شان و شوکت نہیں دیکھی تھی اس لئے حواس ٹھکانے نہ رہے۔ یہ تمام حالات نظیری نے خود قصیدۂ مدحیہ میں لکھے ہیں۔

سنہ ۱۰۱۴ھ میں اکبر نے وفات پائی۔ اور جہانگیر تخت پر بیٹھا وہ نہایت سخن شناس اور صاحب ذوق تھا۔ نظیری کا شہرہ سن کر دربار میں طلب کیا۔ چنانچہ نظیری سنہ ۱۰۱۹ھ میں دربار میں حاضر ہوا۔ اور انوری کے قصیدہ پر قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب نظیری تارک الدنیا ہو چکا تھا۔ لیکن غلامی ورطماعی

کی جو عادت راسخ ہو چکی تھی۔ اس کا اقتضا یہ تھا کہ تین مہینے خاک چھانتا پھرا اور شاہی فرمان کو قرآن سے تشبیہ دی۔

جہانگیر نے ایک دفعہ اس سے ایک عمارت کے کتابہ کی فرمائش کی اس نے یہ غزل لکھ کر پیش کی ؎

اے خاکِ درت صندل سر گشتہ سراں را
بادا مژہ جاروب رہت تاجوراں را

جہانگیر نے اس کے صلہ میں تین ہزار بیگہ زمین انعام میں دی۔

نظیری نے مرنے سے بارہ برس پہلے ترک دنیا کر کے گوشۂ عزلت اختیار کر لیا لیکن امرا کی مداحی اس حالت میں بھی جاری تھی۔ چنانچہ یہ قصیدہ بھی اسی زمانہ کا ہے ؎

چندے بہ غلط بتکدہ کردیم حرم را
وقت است کہ از کعبہ بر آریم صنم را

اخیر میں اس کو علوم دینیہ کی تحصیل کا شوق ہوا۔ ۱۰۰۴ھ میں جب وہ خانخاناں کی ہمرکابی میں دکن گیا ہے۔ تو راہ میں مندو سے گذرا۔ جہاں شیخ عوفی مندوی سے ملاقات ہوئی۔ نیسی، شریف کاشی، کافی سبزواری، ملا بقائی وغیرہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ نظیری کو جب دینیات کا شوق ہوا تو اس نے شیخ عوفی سے پہلے عربیت کی تحصیل کی پھر مولانا حسین جوہری سے تفسیر پڑھی۔

۱۰۲۰ھ میں گجرات سے آگرہ میں آیا اور خانخاناں کو اپنا دیوان

حوالہ کر کے پھر گجرات واپس آ گیا۔

۱۰۲۱ھ میں بہ مقام احمد آباد گجرات وفات پائی۔ مکان کے قریب ایک مسجد بنوائی تھی۔ اسی میں دفن ہوا۔

نظیری کی قبر جس محلہ میں ہے اس کا نام تاجپورہ ہے۔ قبر پر ایک گنبد بھی ہے۔

عام حالات اور اخلاق و عادات

نظیریؔ نے اگرچہ بہت سے درباروں کی آستاں بوسی کی لیکن اس کا اصلی تعلق خانخاناں کے دربار سے تھا۔ خانخاناں کو خان اعظم کوکہ (اکبر کا رضاعی بھائی) کی بہن بیاہی تھی۔ اس تعلق سے خان اعظم کی مداحی بھی کی ہے اور اکبرؔ اور جہانگیرؔ اور مرادؔ تو حکمرانِ وقت تھے ان کی مداحی نہ کرتا تو کیا کرتا معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ مراد سے اس کو دلی محبت تھی۔ شہزادۂ موصوف کا جو مرثیہ لکھا ہے اس میں دلی جذبات نظر آتے ہیں ؎

اے بزم تیرہ، رخ چوں ارغواں کجاست — وے رزم درہمی شہ گیتی ستاں کجاست
شوقِ سجود و حرمت تعظیم کمتر ست — آں نازِ صدر و سرکشی آستاں کجاست

خانخاناں کے دربار میں جس قدر شعرا تھے سب سے معرکے رہتے تھے۔ ایک دفعہ خانخاناں نے انیسی کو ایک خط لکھا جس کے حاشیہ پر نظیریؔ کو بھی سلام لکھا تھا۔ نظیریؔ کو ناگوار گذرا۔ ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں شکایت کا اس طرح اظہار کیا ؎

مدے دو سہ مخصوص دل مانکشیدے   مخدوم چنیں یاد نکردہ است خدم را
ما نام خود از حاشیہ شستیم کزیں بیش   مہمان طفیلی نتواں بود قلم را

ایک دفعہ نظیری نے خانخاناں سے کہا کہ لاکھ روپے کا ڈھیر لگا یا جائے تو کس قدر ہوگا؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ خانخاناں نے لاکھ روپے منگوا کر سامنے رکھوا دیئے۔ نظیری نے کہا خدا کا شکر ہے آپ کی بدولت میں نے لاکھ روپے تو دیکھ لئے۔ خانخاناں نے روپے اس کے گھر بھجوا دیئے۔

نظیری کو زرگری میں کمال تھا۔ اس کے ساتھ تجارت بھی کرتا تھا۔ شاعری کی فتوحات الگ تھی۔ اس بنا پر امیرانہ زندگی بسر کرتا تھا اور امراء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ لیکن مزاج میں عرفی کی آن بان نہ تھی اس لئے مرتے مرتے بھی مداحی کا شغل نہ چھوڑا۔

بخلاف اور شعرا کے مذہب میں سخت تھا۔ اکبر کے دربار میں جن آزاد خیالات کے چرچے رہتے تھے اُن سے بہت جلتا تھا۔

جہانگیر اور شاہ عباس صفوی دونوں تنباکو کے استعمال کے مانع تھے۔ لیکن لوگ باز نہیں آتے تھے۔ نظیری بھی اس کا جان دادہ تھا۔ چنانچہ تنباکو کی تعریف میں ایک غزل بھی لکھی ہے

نے سنبل تنباکوئے نہ آتش رخسارۂ   دل بوئے خامے میدہد داغ آتش پارۂ
در نخل تنباکو نگر صوفی شدہ باز آمدہ   در کوئے خود سرگشتۂ در شہر خود آوارہ

اس زمانہ میں نظیر نام ایک شاعر تھا نظیری نے اس کو لکھا کہ اپنا تخلص بدل دو۔ تاکہ دونوں تخلصوں میں اشتباہ نہ ہو۔ چنانچہ نظیری نے دس ہزار

روپے دے کر اس کا تخلص بدلوایا۔

شعرا میں سے خاص جن لوگوں سے نظیری کے معرکے رہتے تھے، عرفی ظہوری اور ملک قمی تھے۔ عرفی نے تو نظیری کو قابل خطاب نہیں سمجھا لیکن نظیری نے اس کے مرے پیچھے قصیدہ میں اس کو گالیاں سنائیں۔

ظہوری اور قمی نے ۱۰۰۲ھ میں نظیری کے پاس اپنے دیوان بھیجے اور نظیری نے ایک ایک غزل کا جواب لکھا۔

نظیری کی خصوصیات

(۱) تمدن جب ترقی کرتا ہے تو ہر چیز میں نئے نئے تکلفات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے لئے جدت پسند صناع نئے نئے سامان پیدا کرتے ہیں یہ اثر جس طرح مادی چیزوں پر عمل کرتا ہے غیر مادی اشیا یعنی خیالات، جذبات، محبت، راز و نیاز، سوز و گداز سب چیزوں پر عمل کرتا ہے۔ مثلاً ابتدائے تمدن میں معشوق کے صرف رنگ و روپ اور متناسب اعضا کا خیال آیا اور اس کے لئے حسن ایک عام لفظ ایجاد کیا گیا لیکن جب رنگین طبعی اور نکتہ سنجی زیادہ بڑھی تو معشوق کی ایک ایک ادا الگ الگ نظر آئی اور وسعتِ زبان نے ان کے لئے نئے نئے الفاظ، مثلاً کرشمہ، غمزہ، ناز، ادا وغیرہ وغیرہ تراشے اس قسم کے الفاظ اور ترکیبیں جدت پسند طبیعتیں ایجاد کرتی ہیں جن کو اس شریعت کا پیغمبر کہنا چاہیئے۔ ان الفاظ کی بدولت آئندہ نسلوں کو سیکڑوں ہزاروں خیالات اور جذبات کے ادا

کرنے کا سامان ہاتھ آجاتا ہے۔ نظیریؔ اس شریعت کا اولوالعزم پیغمبر ہے۔ اس نے سیکڑوں نئے الفاظ اور سیکڑوں نئی ترکیبیں ایجاد کیں۔ یہ الفاظ پہلے سے موجود تھے لیکن جس موقع پر اس نے کام لیا یا جس انداز سے ان کو برتا۔ شاید پہلے اس طرح برتے نہیں گئے تھے۔ مثلاً ؎

از کف نمی دہد دلِ آساں ربودہ را | دیدیم زور بازوئے نا آزمودہ را
تا منفعل ز رنجش بیجا نسازمش | مے آرم اعتراف گناہ نبودہ را

چناں وقت شکایت از نگاہش مضطرب گشتم
کہ مضمون سخن صد بار از دل تا زباں گم شد

(۲) وہ اکثر وجدانی باتوں کو ایسے طریقہ سے ادا کرتا ہے کہ مجسّم بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ اور اس سے عجیب خاص لطف پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ؎

زپائے تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم | کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست
دو نیم گشتہ دل از کفر و دیں نمیدانم | کزیں دو پارہ دل آید ترا بکار کدام

دیدنش بر دیدن من حسرت دیگر فزود
خواستم پیکاں برآرم در جگر نشتر شکست

(۳) نظیریؔ اکثر حالات اور کیفیات کی تشبیہ مادیات اور محسوسات سے دیتا ہے اور اس لئے اس سے ایک خاص استعجاب کا اثر پڑتا ہے کیونکہ جب دو مخالف چیزوں میں تناسب اور تشابہ نظر آتا ہے تو طبیعت میں استعجاب پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ؎

شکوہ نقصاں داشت فصلے از میاں انداختم

۱

ما حال خویش بے سر و بے پا نوشتہ ایم
روزِ فراق را شبِ یلدا نوشتہ ایم

شبِ یلدا - تاریک رات، سال میں سب سے بڑی رات جو نہایت اندھیری اور لمبی ہوتی ہے - ۲۲ر اور ۲۳ر دسمبر کی درمیانی رات -

ہم نے اپنے حال کو بے سر و پا لکھا ہے اور جدائی کی رات کو شبِ یلدا لکھا ہے - مطلب - جدائی کی ہر گھڑی شبِ یلدا کی طرح بھیانک اور طویل ہے - جس کی نہ ابتدا معلوم ہوتی ہے نہ انتہا -

قاصد بہوش باش کہ بر یک جوابِ تلخ
عرضِ ہزار گونہ تمنا نوشتہ ایم

بہوش باش - ہوشیار رہ -

اے قاصد! ہوش سے کام لے - کیونکہ ہم نے ایک جوابِ تلخ پر اپنے خط میں ہزاروں قسم کی آرزوؤں کی درخواست کی ہے - مطلب - قاصد معشوق کے

جواب تلخ کی وجہ سے نومید ہو چکا ہے اور دوبارہ وہاں جانا نہیں چاہتا لیکن یہی جوابِ تلخ شاعر کے لئے امید افزا ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ معشوق نے اسے درخورِ اعتنا تو سمجھا۔ بقول میرزا غالب ؎

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ　　جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا

شیریں تر از حکایتِ من نیست قصۂ
تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم

ہم نے زمانے کی تمام تاریخ لکھ دی ہے۔ لیکن قصّہ سے زیادہ کوئی قصّہ شیریں (دلچسپ) نہیں۔ (ہماری داستان غمِ عشق کی چاشنی کی وجہ سے زیادہ شیریں ہے)۔

روئے نکو معالجۂ عمرِ کوتہ است
ایں نسخہ از علاجِ مسیحا نوشتہ ایم

کوتہ - چھوٹا، مسیحا - حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

خوبصورت چہرہ عمرِ کوتاہ کا علاج ہے۔ یہ نسخہ ہم نے حضرت عیسیٰ کے علاج (بیاض جس میں اطبا نسخے درج کرتے ہیں) سے لکھا ہے۔

تحقیقِ حالِ ما ز نگہ مے تواں نمود
حرفے ز حالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

سیما - پیشانی - ماتھا۔

ہماری حالت کی تحقیق نگاہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنا کچھ حال پیشانی پر لکھا ہوا ہے ؎

چہرہ کیفیتِ باطن کا پتہ دیتا ہے   حال دل دیکھنے والوں کو سنا دیتا ہے

برما مسلّم است کہ منشورِ راستی
بس واژگوں تر از خطِ ترسا نوشتہ ایم

منشور۔ فرمان ۔ واژگوں ۔ اوندھا، اُلٹا ۔ ٹیڑھا۔ ترسا ۔ عیسائی
ہمارے لئے ثابت ہے۔ کیونکہ ہم نے سچائی کا فرمان خطِ ترسا (خطِ چلیپا) سے بھی زیادہ ٹیڑھا لکھا ہے۔

ما از خطِ پیالہ و معشوق نگذریم
درسِ صلاح ما بہمیں جا نوشتہ ایم

خطِ پیالہ ۔ جام شراب کے نقوش ۔ خطِ معشوق ۔ سبزۂ خط مراد ہے۔
ہم پیالے کے خط اور معشوق کے خط سے نہیں گزریں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنی بہبودی کا سبق اسی میں لکھا ہے۔ مطلب ۔ ہم مئے و معشوق کو ترک نہیں کرینگے۔ کیونکہ ہماری بھلائی اسی میں ہے۔ خط، درس اور نوشتہ میں رعایت لفظی ظاہر ہے۔

ہر سُو کہ کردہ ایم رواں کشتیٔ اُمید
طوفاں بباد و شور بدریا نوشتہ ایم

ہم نے جس طرف اُمید کی کشتی کو چلایا ہے۔ ہوا میں طوفان اور دریا میں شور لکھا ہے۔ مطلب ۔ عشق میں منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہر جا دوئے کہ کلکِ نظیری نمودہ ست

خود کردہ ایم باطل و خود والو نشتہ ایم

جو جادو کہ نظیریؔ کے قلم نے دکھایا ہے۔ ہم نے خود ہی اسے باطل کیا ہے اور خود ہی لکھا ہے۔

(۲)

ما ببرہان و خبر پیرو ترسا نشویم
تا رُخِ بت نہ پرستیم شکیبا نشویم

بُرہان - دلیل - شکیبا - صابر - صبر کرنے والا۔

ہم دلیل اور خبر سے ترسا کے پیرو نہیں ہونگے۔ جب تک کہ بُت کا چہرہ نہیں پوجیں گے۔ صابر نہیں ہونگے۔ مطلب - جب تک ہمیں مرشد (ترسا) کی باتوں پر عین الیقین حاصل نہیں ہوگا۔ ہم اس کی پیروی نہیں کرینگے۔ وہ دلائل و براہین سے محبوب حقیقی کے وجود کو ثابت کرتا ہے لیکن ہم اس کا لباس مجاز میں براء العین مشاہدہ کرنے کے متمنی ہیں ؎

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں   کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

در تماشائے تو چوں آئینہ گم گردیدیم
کہ ز پیدائی دیدار تو پیدا نشویم

پیدائی - ظہور - پیدا شدن - ظاہر ہونا۔

تیرے دیدار میں ہم آئینہ کی طرح گم ہو گئے۔ کیونکہ تیرے ظہور کی وجہ سے ہم دکھائی نہیں دیتے۔ مطلب - تیرے انوار جمال کے سامنے ہماری کوئی حقیقت نہیں۔ راز ہی ؎

آپ تھے معمور جلوؤں سے مرا کاشانہ تھا   خود نہ تھا دیں وہاں موجود بھی تھا یا نہ تھا

مُہر بر لب چو سرِ کیسۂ مُمسک زدہ ایم
تا سرِ شیشۂ مے وا نشود، وا نشویم

کیسہ۔ تھیلی۔ مُمسک۔ کنجوس بخیل۔ مُہر بر لب زدن۔ خاموش ہونا

ہم نے کنجوس کی تھیلی کی طرح لبوں پر مُہر لگا رکھی ہے۔ جب تک شراب کے شیشے کا منہ نہیں کھلتا۔ ہم بھی نہیں کھلیں گے مطلب۔ جب تک شراب کا دَور نہیں چلے گا ہم خاموش رہیں گے۔

سُرمہ در دیدۂ دل تا نکشد لُطفِ حکیم
گر سراپائے شود دیدہ کہ بینا نشویم

جب تک حکیم کی مہربانی دل کی آنکھوں میں سُرمہ نہ ڈالے۔ اگر سارا جسم آنکھ ہی آنکھ ہو جائے۔ تو بھی ہم بینا نہ ہونگے۔

بر گذر بودنِ حسنِ گُل و خوبئ بہار
گوشمالیست کہ مشغولِ تماشا نشویم

بر گذر بودن۔ فانی ہونا۔ گوشمالی۔ سزا۔

گُل کے حسن اور بہار کی خوبی کا گذر جانا۔ اِس امر کی سزا ہے کہ ہم (دنیا) کے تماشوں میں مشغول نہ ہوں۔ مطلب۔ دنیاوی چیزوں کے حسن و خوبی کا ناپائیدار اور بے ثبات ہونا ہمارے لئے باعثِ عبرت ہے۔ تاکہ ہم ان سے دل نہ لگائیں۔ بلکہ حسنِ مطلق کی طرف مائل ہوں۔

ابتلاہائے عزیزاں ہمہ زانست کہ ما

غرّۂ مہلتِ دہ روزۂ دنیا نشویم

ابتلا - آزمائش - مصیبت میں گرفتار ہونا - غرّہ شدن - مغرور ہونا -
عزیزوں کا مصیبت میں مبتلا ہونا اس لئے ہے کہ ہم دنیا کی دس روزہ (قلیل) مہلت پر مغرور نہ ہوں -

نقشِ امید بصد دوزخ و دریا شستیم
تا دگر مصدرِ ہر عرضِ تمنّا نشویم

مصدر - جائے صدور، نکلنے کی جگہ -

ہم نے امید کے نقش کو سو دوزخ اور دریاؤں سے دھویا - تاکہ ہم دوبارہ کسی آرزو کے اظہار کا محل نہ بنیں - مطلب - دوزخ سے سوزِ دروں اور دریا سے گریۂ پیہم کی طرف اشارہ ہے - مطلب یہ کہ مسلسل ناکامیوں اور مایوسیوں کے باعث ہم نے آخر کار سوزِ دروں اور گریۂ پیہم سے اپنی امیدوں کو دل سے مٹا دیا - آئندہ ہم کسی آرزو کا اظہار نہیں کریں گے ؎
حسرت یہ ہے کہ اب کوئی حسرت نہ ہو مجھے   اتنا ہوا ہوں عشق میں ناکام آرزو

نرود جامۂ تکلیفِ خرد از سرِ ما
تا چو سودائے جنوں بے سر و بے پا نشویم

عقل کی فرمائش کا جامہ ہمارے سر سے نہیں اترے گا - جب تک کہ ہم جنوں کے سودا کی طرح بے سر و پا نہ ہو جائیں

قیمتِ خاک درِ آں کوئے با فلاک رسید
ما ندانیم چہ ترخیم کہ بالا نشویم

نرخ بالا شدن - قیمت بڑھ جانا -

اس کوچے میں خاک کی قیمت بھی آسمان تک پہنچ گئی - معلوم نہیں ہم کس بھاؤ کے ہیں کہ ہماری قیمت بڑھتی ہی نہیں - (یعنی ہم خاک سے بھی کمتر ہیں)

بگذارید کہ در تنگ شکر گم گردیم

کاں پشیزیم کہ بعیاۂ سودا نشویم

تنگ - گون، جس میں گیہوں رکھے جاتے ہیں - بوری - تنگ شکر سے معشوق کے لب شیریں مراد ہیں - پشیز - پائی، دھیلا، پیسہ وغیرہ، سب سے کم قیمت سکہ - کھوٹا سکہ -

چھوڑ دو! کہ ہم شکر کے ڈھیر میں گم ہو جائیں کیونکہ ہم وہ پائی ہیں جو بھائے میں بھی کار آمد نہیں ہوتی - مطلب - بہتر ہے کہ ہم معشوق کے لب شیریں کی آرزو میں فنا ہو جائیں - کیونکہ ویسے تو ہماری کوئی قیمت و وقعت نہیں -

در محبت دل و دیں باختن اوّل قدم ست

ما نظیری ز تو خورسند بایںہا نشویم

باختن - ہارنا - خورسند - خوش -

اے نظیری! اگر تو نے محبت میں دل و دیں ہار دیا تو کیا ہوا - یہ تو محبت کی پہلی شرط ہے - ہم محض اسی بنا پر تجھ سے خوش نہیں ہونگے - (تجھے دل و دیں کے علاوہ جان بھی قربان کر دینی چاہئے) -

(۳)

شکوہ نقصاں بود فضلے از بیاں انداختم

نرخ ارزاں بود کالا در دکاں انداختم

فصل - کلام کا ایک حصّہ، باب - کالا - متاع، پونجی، اسباب -

شکوہ نقصان دہ تھا اس لئے میں نے (اس) فصل کو بیان سے نکال دیا۔ بھاؤ سستا تھا اس لئے میں نے سامان دکان میں ڈال دیا۔ مطلب۔ اگر میں معشوق کی شکایت کرتا تو وہ ناراض ہو جاتا۔ اس لئے میں گفتگو کے دوران میں حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔ گویا دام اچھے نہیں اُٹھتے تھے۔ اس لئے میں نے سودا اُٹھا کر دکان میں ڈال دیا۔

از کفم سر رشتۂ گفتار بیروں رفتہ بود
ہر گرہ کز دل کشادم بر زباں انداختم

کف۔ ہاتھ کی ہتھیلی - سر رشتہ - سلسلہ -

گفتگو کا سلسلہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا - میں نے جو گرہ دل سے کھولی۔ اسے زبان پر لگا دیا۔ مطلب۔ جس قدر انکشاف سینہ ہو تا رہا اور اسرار حقیقت آئینۂ قلب پر منعکس ہوتے گئے۔ میں اتنا ہی زبان بند کرتا رہا ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز   کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدّعیاں در طلبش بے خبرانند   کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

تا مگر ایں بخت سرکش زود تر جائے رسد
ہر کجا رہ شد نگوں از کف عناں انداختم

اس خیال سے کہ جلدی کہیں یہ سرکش نصیبہ اپنی منزل پر پہنچ جائے، جہاں راستہ ٹیڑھا ہوا میں نے باگ ہاتھ سے چھوڑ دی - مطلب - قاعدہ ہے - کہ

جہاں کہیں راستہ ناہموار ہوتا ہے۔ وہاں لگام چھوڑنے سے سواری جلدی چلتی ہے۔ نظیری نے بخت کو سرکش گھوڑے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ بختِ سرکش کی لگام چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ہم تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔

ساخت نوعے جذبہ کارم را کہ معلومم نشد
کہ صنم از جیب و زنار از میاں انداختم

جذبے نے میرے کام کو ایسا بنادیا کہ میں نے بُت کو جیب سے اور زنار کو کمر سے گرادیا۔ مطلب۔ جذبۂ عشق حقیقی نے مجھے اس قدر مغلوب کر لیا۔ کہ میں رسوم ظاہری سے یکسر کنارہ کش ہو گیا۔

ثابت اندازی زصافی نظر شد ورنہ من
بے پر و پیکاں خدنگے بر نشاں انداختم

پیکان۔ تیر کا پھل، نیزے کی انی۔ خدنگ۔ تیر۔
میری ثابت اندازی نظر کی صفائی کی وجہ سے ہوئی ورنہ میں نے تو بغیر پر و پیکان کے تیر نشانے پر مارا تھا۔ مطلب۔ مجھے صفائی قلب اور پاکیٔ نظر سے معرفت الہٰی حاصل ہوئی۔

طعم حنظل را بعادت راست کردم در مذاق
من کہ شکر را ز تلخی از دہاں انداختم

طعم۔ لذت، مزہ، ذائقہ حنظل۔ اندرائن کا پھل، جو بہت کڑوا ہوتا ہے میں نے، جو کبھی شکر کو بھی تلخی کی وجہ سے منہ سے نکال دیتا تھا، حنظل کی لذت کو بھی ذائقہ میں عادت کے مطابق بنا دیا ہے۔ مطلب۔ انتہائی

نازک مزاجی میری طبیعت عشق کے مصائب و آلام کی خوگر ہوگئی ہے۔

راہبر دلالِ کالا بوُد و رہزن مشتری
درمیانِ راہ بارِ کارواں انداختم

مشتری۔ گاہک، خریدار۔

رہنما ہی سامان کا دلال تھا اور خریدار ڈاکو تھا۔ اس لئے میں نے قافلے کا بوجھ راستے کے درمیان گرادیا۔

در پناہ گریہ و عجزم نظیریؔ بعد ازیں
جعبہ خالی کردہ بر دشمن کماں انداختم

جعبہ۔ ترکش، تیردان۔

اے نظیریؔ! میں نے دشمن پر تیر اندازی کر کے ترکش خالی کر دیا (پھر بھی میں اس پر قابو نہ پاسکا تو) میں نے کمان ہاتھ سے پھینک دی اور اس کے بعد گریہ و عجز کی پناہ میں آگیا۔ مطلب۔ میں انتہائی سعی کے باوجود اپنے دشمن (نفس امارہ) پر غلبہ حاصل نہیں کر سکا۔ اس لئے اب بارگاہ ایزدی میں رو رو کر اپنے عجز کا اقرار کرتا ہوں۔ کیونکہ وہی مجھے اس دشمن کی چیرہ دستیوں سے محفوظ و مصئون رکھ سکتا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۴)

ہمیشہ نارِ پوُدِ کارِ ناہموار مے بستم
دل و دستم نبودہ خویش را بر کار مے بستم

ناروپود ۔ تانا بانا ۔ کارِ ناہموار ۔ ناموافق کام ۔

میں ہمیشہ ناموافق کام کا تانا بانا بنتا رہا ۔ میرا دل اور ہاتھ نہیں تھا ۔
پھر بھی میں اپنے آپ کو کام میں لگائے رکھتا تھا ۔ مطلب ۔ پہلے ہی سے میں شیخ چلی
کی طرح سودائے خام کرتا رہا ۔

برش چندانکہ میرفتم نبودش شفقتے با من
بافسوں خویش را با محرمانِ یار مے بستم

افسوں ۔ جادو ۔ محرم ۔ رازدان ، واقف کار ۔

میں ہر چند اس (دوست) کے قریب جاتا تھا اس کو مجھ پر کوئی شفقت نہ
تھی ۔ میں جادو (جذبۂ عشق) سے اپنے آپ کو یار کے رازدانوں کے زمرے میں
شریک کرتا تھا ۔

در آں کو یک شبم گلگشت مہتابے نشد روزی
ہمیشہ خویش را چوں سایہ بر دیوار مے بستم

گلگشت ۔ سیر ۔

اس کوچے میں ایک رات بھی مجھے چاند کی سیر نصیب نہ ہوئی ۔ ہمیشہ میں
اپنے آپ کو سایہ کی طرح دیوار کے ساتھ وابستہ رکھتا تھا ۔

اگرچہ پائے تا سر عذرِ تقصیرِ گنہ بودم
زِ خجلتہائے عصیاں لب ز استغفار مے بستم

خجلت ۔ شرم ، عصیاں ۔ گناہ ۔ استغفار ۔ توبہ کرنا ، گناہوں کی
معافی مانگنا ، بخشش چاہنا ۔ لب بستن ۔ خاموش ہونا ۔

اگرچہ میں سر سے پاؤں تک تقصیر گنہ کا عذر تھا لیکن گناہ کی شرم کے باعث لبوں کو استغفار سے بند رکھتا تھا۔

کسے دیگر بجز من لذّت نقصاں نمیداند
گر از اوّل رہ سودا دریں بازار مے بستم

میرے سوا کسی دوسرے نے نقصان (آلامِ عشق) کی لذت کو نہیں جانا۔ کاش کہ میں ابتدا ہی سے اس بازار (بازارِ عشق) میں سودا کا خیال باندھتا۔

نمے اُفتاد چندیں رخنہ در بنیاد رسوائی
گر از آغاز دستِ عقلِ دعویدار مے بستم

اگر میں پہلے ہی سے اس دعویدار (مغرور) عقل کے ہاتھ روک لیتا۔ تو میری رسوائی کی بنیاد میں اتنے رخنے نہ پڑتے۔

کمر در خدمتت عمریست می بندم چہ شد قدرم
برہمن مے شدم گر ایں قدر زنّار مے بستم

کمر بستن۔ کمر باندھنا، آمادہ ہونا۔

میں ایک مدّت سے تیری خدمت میں کمر بستہ ہوں۔ لیکن میری کیا قدر ہوئی؟ (استفہام انکاری ہے یعنی میری کوئی قدر نہ ہوئی)۔ اگر میں اس قدر زنّار باندھتا تو تو اب تک برہمن ہو گیا ہوتا۔

نہالِ عمر پیوند نو کردم بر نشد حاصل،
ثمر میداد اگر ایں نخل را بر خار مے بستم

نہال۔ درخت۔ بر۔ پھل۔ ثمر۔

میں نے اپنی عمر کے پودے کو تجھ سے وابستہ کیا مگر کچھ پھل حاصل نہ ہوا۔
اگر میں اس درخت کو کانٹے سے باندھتا تو بھی (ضرور) پھل دیتا۔

نظیریؔ ایں تمنا و طلب تا وقت مردن بود
متاع جاں بغارت مے شد و من بار مے بستم

متاع۔ سرمایہ، پونجی، اسباب۔

اے نظیری! یہ دنیاوی خواہشیں اور آرزوئیں مرنے کے وقت تک تھیں۔
میری جان کا سامان لوٹا جا رہا تھا۔ (جان نکل رہی تھی) اور میں بوجھ باندھ رہا تھا
رہیں گی دمِ مرگ تک خواہشیں یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی

(۵)

مشنو استغفار من کز اہل ایماں نیستم
خرقہ از مصحف اگر سازم مسلماں نیستم

خرقہ۔ پرانا کپڑا، گدڑی، فقیروں کا لباس۔ **مُصحف**۔ وہ کتاب جس میں صحیفے اور رسالے ہوں۔ قرآن مجید کیونکہ اس میں سُورتیں ہیں۔

تو میرے استغفار کو نہ سُن، کیونکہ میں اہل ایمان میں سے نہیں ہوں۔ اگر میں قرآن کا جامہ پہن کر آؤں تو بھی مسلمان نہیں ہوں۔ **مطلب**۔ صرف مومنوں کا لباس اختیار کر لینے سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ اقرارؔ باللسان کے ساتھ تصدیقؔ بالقلب کی بھی ضرورت ہے اور جب تک کسی کا دل نور ایمان سے منوّر نہیں ہوتا اس کی دعا و استغفار بے فائدہ ہے

معنئ اخلاص مے خواہند و حسن اعتقاد

چوں نشینم با نکوکاراں کہ از ایشاں نیستم

نیک لوگ یعنی اخلاص اور حسن اعتقاد چاہتے ہیں۔ میں نیک لوگوں کے ساتھ کیونکر بیٹھوں۔ جبکہ میں (فی الحقیقت) ان میں سے نہیں ہوں۔ مطلب نیک لوگ اخلاص اور حسن اعتقاد کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں لیکن میں یکسر ان فضائل سے عاری ہوں۔

در چمن معذور داریدم اگر گردم ملول
نغمہ سنج کوہ و دشتم از گلستان نیستم

اگر میں باغ میں ملول و غمگین ہو جاؤں تو مجھے معذور رکھو۔ کیونکہ میں پہاڑ اور جنگلوں میں گیت گانے والا ہوں۔ باغ والوں میں سے نہیں ہوں۔

جذب عشقم فی المثل در حسن پیدا ساختن
خضر چاہِ یوسفم از آبِ حیواں نیستم

مثال کے طور پر میں حسن آفرینی کے اعتبار سے جذب عشق ہوں میں یوسفؑ کے کنوئیں کا متلاشی ہوں آبحیات کا طالب نہیں ہوں۔

چرخ اگر واژوں بگردد، ابر اگر طوفاں کند
گوشۂ آسودہ ام آگہ ز دَوراں نیستم

چرخ - آسمان - واژوں - اوندھا، الٹا - دَوراں - زمانہ۔

خواہ آسمان الٹا چلے اور ابر سے طوفان برسے۔ میں اپنے گوشہ میں آسودہ ہوں اور زمانہ (کی گردشوں سے) واقف نہیں ہوں۔

دہر چوں در دشمنی سست است افگندم سپر

دشمن نامرد را من مردِ میداں نیستم

سپر انداختن - ہتھیار ڈال دینا - مردِ میداں - مقابل، حریف -

جب زمانے نے میری دشمنی میں کمزوری ظاہر کی تو میں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے - اس لئے کہ میں بزدل دشمن سے مقابلہ کرنے والا نہیں ہوں -

گر پریشانی بآں حدّست کاندر زلف تست

بس پریشاں نراز ہیم کن پریشاں نیستم

اگر پریشانی کی یہی حد ہے جو تیری زلفوں میں ہے تو مجھے اس سے بھی زیادہ پریشان کر - میں پریشان نہیں ہونگا -

خیرِ حسن خود نگاہے میتواں کردن چہ شد

سائلم در کوئے خود پندار، مہماں نیستم

پندار - پنداشتن مصدر سے، خیال کرنا -

اپنے حسن کی زکوٰۃ میں ایک نگاہ کرنے سے تیرا کیا بگڑتا ہے تو مجھے اپنے کوچے کا سائل (گدا) سمجھ - میں مہمان نہیں ہوں -

گر نمی گوئی نظیری ہندوئے خویشم بخواں

کافر زنّار بندم من مسلماں نیستم

ہندو - غلام - زنّار بند - زنّار باندھنے والا -

اگر تو مجھے نظیری نہیں کہتا تو اپنا غلام ہی کہہ - میں زنّار باندھنے والا کافر ہوں - مسلمان نہیں ہوں ؎

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنّار نیست

(۶)

هنر در شستم است و ناوک و زہ بر کماں دارم
ولے بر دست و بازو از وفا بند گراں دارم

شست - مضراب، مچھلی پکڑنے کا کانٹا - یہاں چٹکی مراد ہے۔

زہ - کمان کا چلّہ - ناوک - تیر۔

ہنر (تیر اندازی کا) میری چٹکی میں ہے اور تیر اور چلّہ کمان پر چڑھائے ہوئے ہوں۔ لیکن میرے ہاتھ اور بازو پر وفاداری کا بندِ گراں ہے۔

ز ایمائے عزیزے ہمتے در کار میخواہم
خدنگے در کماں پیوستہ چشمے بر نشاں دارم

میں کسی عزیز کے اشارہ کی ہمت چاہتا ہوں۔ تیر کمان پر چڑھایا ہوا اور آنکھ نشانے پر رکھتا ہوں۔

بوصلش تا رسم صد بار در خاک افگند شوقم
کہ نو پروازم شاخِ بلندے آشیاں دارم

نو پرواز - وہ پرندہ جس نے ابھی نیا نیا اڑنا سیکھا ہو۔

اس کے وصل تک پہنچنے میں شوق مجھے سو بار خاک پر گراتا ہے۔ گویا میں ایک نو پرواز پرندہ ہوں اور میرا گھونسلا بلند شاخ پر ہے۔

اگر مستم اگر ہشیار دستاں سنج دیرینم
زگل بر ہر سر شاخے ہزاراں داستاں دارم

دستاں سنج - افسانہ گو۔

خواہ میں مست ہوں خواہ ہوشیار ہوں۔ میں پڑانا افسانہ گو ہوں[۱]۔ در ہر شاخ پر پھول کے متعلق میری ہزاروں داستانیں ہیں۔

زباں شوریدہ عشق ست گفتارش نمی فہمی
بخواں از چہرہ ام رازے کہ با او درمیاں دارم

شوریدہ۔ پریشان۔

زبان عشق کے سبب پریشان ہے تو اس کی گفتگو نہیں سمجھ سکتا۔ جو راز (رازِ عشق) میرے اور اس (معشوق) کے درمیان ہے میرے چہرے سے پڑھ لے۔

کفے پائے نخواہد رنجہ شد در بزم مغروراں
اگر یک دم رُخِ پامالِ خاکِ آستاں دارم

اگر میں گھڑی بھر کے لئے اپنا چہرہ (معشوق کی) خاکِ آستاں سے آلودہ کر لوں۔ تو پھر کبھی مغرور لوگوں کی محفل میں نہ جاؤں۔

نظیریؔ خوش دلت با غمزۂ داد و ستد داری
دریں سودا شریکم با تو گر صد جاں زیاں دارم

داد و ستد۔ لین دین، معاملہ۔ زیاں۔ نقصان۔ غمزہ معشوق کا آنکھ یا ابرو سے اشارہ کرنا۔

اے نظیری! تیرا دل خوش رہے کیونکہ تو معشوق کے غمزے سے لین دین رکھتا ہے۔ اس معاملہ میں میں بھی شریک ہوں۔ خواہ مجھے سینکڑوں جانوں کا نقصان اٹھانا پڑے۔

(۷)

خواہم کہ بآزادئ دل نام بر آرم
ایں طوطئ شیریں سخن از دام بر آرم

نام بر آوردن۔ مشہور ہونا، شہرت حاصل کرنا۔

میں چاہتا ہوں کہ دل کی آزادی کے ساتھ نام نکالوں۔ (مشہور ہو جاؤں)
اور اس شیریں سخن طوطی (دل) کو (علائق دنیاوی) کے جال سے نکالوں۔

گر زیں قفس تنگ بر آیم دو سہ گامے
چوں کبک دری قہقہہ از کام بر آرم

کبک دری۔ پہاڑی چکور۔ کام۔ حلق، تالو۔

اگر میں اس تنگ پنجرے سے دو تین قدم آگے نکلوں تو پہاڑی چکور
کی طرح ہنسی کو حلق سے نکالوں گا (ہنسوں گا)۔

زیں گونہ کہ ناوک فگنانم بکمین اند
صد بال و پرم کم بود از دام بر آرم

ناوک فگن۔ تیر انداز۔ کمین۔ گھات۔

جس طرح یہ تیر انداز میری گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تو میرے دام سے
نکلنے کے لئے سو بال و پر بھی کم ہیں۔

ممنونم ازیں دل شکناں گر بگذارند
کز میکدہ خالی قدح و جام بر آرم

دل شکناں۔ جمع دل شکن کی۔ دل کو توڑنے والے۔ قدح۔ پیالہ شراب

ہیں ان دل شکنوں کا احسان مند ہونگا۔ اگر یہ مجھے اجازت دیں کہ میں شرابخانہ سے اپنا جام اور پیالہ خالی اُٹھا لاؤں۔ (غالباً دل شکن سے محتسب کی طرف اشارہ ہے جو نہ صرف شراب پینے سے روکتا ہے بلکہ ظروف مے نوشی کو توڑ کر میخواروں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے محتسب! نہ توڑ، مرے محتسب! نہ توڑ   ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے

اے بار تعلق! خود از آں نخل فرو بار
کز شاخ اگر من کشمت خام بر آرم

اے تعلق کے پھل! تو خود ہی اس درخت سے گر جا۔ کیونکہ اگر میں تجھے ٹہنی سے توڑونگا تو خام توڑونگا۔

ایں دل کہ جگر گوشۂ شیر است بہمت
بہتر کہ چنینش جگر آشام بر آرم

جگر گوشہ۔ جگر کا ٹکڑا، بیٹا مراد ہوتا ہے جگر گوشۂ شیر سے بہادر اور حوصلہ مند مراد ہے۔ آشام۔ پینے والا۔

یہ دل جو کہ ہمت میں شیر کا جگر گوشہ ہے۔ بہتر ہے کہ میں ایسا ہی جگر آشام اس کے لئے پیدا کروں۔

دل بر کنم از یارِ جفا پیشہ نظیری
در شہر بہ بدعہدی اگر نام بر آرم

اے نظیری! اس شہر میں اگر میں بیوفائی کے ساتھ مشہور ہو جاؤں تو میں اس یارِ جفا پیشہ (ظالم) سے دل علیحدہ کر لوں۔

(۸)

وحشت از صیدم مکن بے زخم کاری نیستم
خود شکار کس شوم شبیر شکاری نیستم

وحشت - خوف - صید - شکار -

میرے شکار سے خوف نہ کر کیونکہ میں کاری زخم کے بغیر نہیں ہوں (میرا دل شدید طور پر زخم خوردہ ہے) میں خود دوسروں کا شکار بنتا ہوں - شکار کرنے والا شیر نہیں ہوں -

مغز افروزد شمیم و کشت سوزد شبنمم
آہِ محنت دیدہ ام بادِ بہاری نیستم

میری خوشبو دماغ کو (معطر کرنے کی بجائے) بھڑکاتی ہے - اور میری شبنم کھیت کو (سرسبز و شاداب کرنے کی بجائے) جلا دیتی ہے - میں ایک محنت دیدہ آہ ہوں - بادبہاری نہیں ہوں -

خود بخون خویش مے جوشم چو صہبا در سبو
زیں حریفاں از کسے ممنونِ یاری نیستم

صہبا - شراب - سبو - مٹکا -

جس طرح شراب مٹکے میں جوش مارتی ہے اسی طرح میں اپنے خون میں جوش مار رہا ہوں ان دوستوں میں سے کسی کی دوستی کا شرمندہ احسان نہیں ہوں -

بہ کہ از من کم رسد زحمت بصدرِ اعتبار
پُر تفنگ از گوشۂ بے اعتباری نیستم

صدرِ اعتبار۔ صاحب اعتبار، معتبر، عزّت و شہرت کے مالک۔
بہتر ہے کہ صاحب اعتبار لوگوں کو مجھ سے کوئی گزند نہ پہنچے۔ کیونکہ میں
اپنی بے اعتباری کے گوشہ سے زیادہ تنگ نہیں ہوں۔

آگہی بخش است حالم، پند دِہ بینائیم
در سرِ مغرور کم از ہوشیاری نیستم

میری حالت آگاہی بخشنے والی ہے اور میری بینائی نصیحت دینے والی ہے
میں مغرور سر میں ہوشیاری سے کم نہیں ہوں۔

فصلہا از سرگذشت نا امیدی خواندہ ام
گوش بر افسانۂ امیدواری نیستم

میں نے نا امیدی کی داستان میں سے بہت سی فصلوں کو پڑھا ہے
اس لئے میں امیدواری کے افسانہ پر کان نہیں لگاتا ہوں۔

ہر چہ مے گوید زبانم کردہ انشا کاتبم
جز رقم از خامۂ بے اختیاری نیستم

انشا کردن۔ لکھنا۔ کاتب۔ کاتب تقدیر مراد ہے۔
جو کچھ میری زبان کہتی ہے وہ میرے کاتب تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ میں
بے اختیاری کی قلم کی تحریر کے سوا کچھ نہیں ہوں۔ مطلب۔ انسان کو اپنے
اعمال و افعال پر کوئی اختیار نہیں۔ وہ مجبور محض ہے۔ میر؎
ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہمکو عبث بدنام کیا

انتظار وعدہ دارم در ادائے وام دوست

بُد ادا وقتِ طلب در جانسپاری نیستم

ادائے وامِ دوست۔ دوست کے قرضہ کی ادائیگی۔ جاں سپاری۔
جان دینا۔ مرنا۔

میں دوست کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے وعدہ کا منتظر ہوں۔ تقاضا کے وقت یہ قرضہ فوراً چکادیا جائے گا۔ میں جان دینے وقت نادہندہ نہیں ہ
جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خوئے شرمِ پندگیراں را نظیری بر جبیں
گرچہ دارم منفعت بے شرمساری نیستم

خوے۔ پسینہ۔ پندگیر۔ نصیحت قبول کرنے والے۔
اے نظیری! میں نصیحت قبول کرنے والوں کی پیشانی پر شرم کا پسینہ ہوں۔ اگرچہ فائدہ رکھتا ہوں پھر بھی شرمسار نہیں ہوں۔

(۹)

تا یکے خیمہ چو گل بر گذرِ باد زنم
عہد خوبی گذراں بینم و فریاد زنم

گذراں۔ گزرنے والا۔ فانی۔ عہدِ خوبی۔ مراد زمانۂ حسن۔
میں کب تک پھول کی طرح ہوا کے راستے میں خیمہ لگاؤنگا۔ حسن کے زمانہ کو گزرتا دیکھونگا اور فریاد کرونگا۔

حاصلِ مزرعِ آفت زدگانست آں گنج
من غلط فرعہ بویرانہ و آباد زنم

مزرع - کھیتی - قرعہ زدن - قرعہ ڈالنا -

وہ خزانہ مصیبت زدوں کے کھیت کی پیداوار ہے اور میں غلطی سے ویرانہ اور آبادی پر قرعہ ڈال رہا ہوں - مطلب - خزانۂ حسن (وصال محبوب) مصیبت زدہ عشاق کی مصیبتوں کا حاصل ہے اور میں خواہ مخواہ ویرانہ و آبادی میں پریشان و سرگرداں ہوں -

بیش ازیں شور نمے گنجد اگر کانِ نمک
بر جگر سوختگی ہائے خداداد زنم

اگر میں نمک کی کان بھی جگر کی خداداد جلنوں پر ڈال دوں تو اس سے زیادہ جلن (جگر میں) نہیں سما سکتی -

مست شوقم مے و خوں در نظرم یکسانست
سر ز ساقی کشم و جنگ بجلاّد زنم

میں شوق (شراب عشق) سے مست ہوں - میری نظر میں خون اور شراب یکساں ہیں - میں ساقی سے بھی سرکشی اختیار کرتا ہوں اور جلاّد پر بھی دست اندازی کرتا ہوں -

خار حسرت بدل و خندۂ شادی بر لب
جام مے گیرم و خود نوشم و خوش باد زنم

باد زدن - بڑائی کرنا -

میرے دل میں حسرت کا کانٹا ہے اور میرے لبوں پر خوشی کی ہنسی ہے - میں شراب کا پیالہ پکڑتا ہوں - خود ہی پیتا ہوں اور ڈینگیں مارتا ہوں -

شرحِ ہجرانِ تو بر مرغِ گلستاں خوانم
شانۂ زلفِ تو بر طرۂ شمشاد زنم

شانہ زدن - بالوں میں کنگھی کرنا۔

میں تیرے ہجر کی شرح باغ کے پرندوں کے سامنے پڑھتا (سناتا) ہوں
تیری زلفوں کی کنگھی شمشاد کی چوٹی میں لگاتا ہوں۔

گر مقیمانِ چمن از تو نشانم گویند
بوسہا بر قدمِ بندہ و آزاد زنم

اگر چمن کے رہنے والے نیز انشان مجھے بتائیں تو میں غلام اور آزاد کے
قدموں پر بوسہ دونگا۔

قلمِ عقل ز بازیچۂ ساقی بشکست
خندہ ہا بر سبق و سر خطِ اُستاد زنم

ساقی کے کھیل کی وجہ سے عقل کا قلم ٹوٹ گیا۔ مجھے استاد کے سبق
اور سر خط پر ہنسی آتی ہے۔ (جس نے مجھے عقل و خرد کی تلقین کی تھی۔ لیکن مستیٔ
عشق کے سامنے عقل کا کیا کام)۔

منہدم گشت چو بنیادِ وفا کعبۂ دل
حاکمے کو کہ ز بیدادِ بتاں داد زنم

منہدم گشتن - برباد ہونا۔ گر جانا۔ کو - کہ او۔ بیداد۔ ظلم۔

دل کا کعبہ وفا کی بنیاد کی طرح گر گیا۔ ایسا حاکم کہاں ہے کہ میں حسینوں
کے ظلموں کی فریاد اس کے آگے کروں۔

در گلستاں چو حدیثِ قدِ آں سرو کنم
ناوکے بر دلِ صد پارۂ شمشاد زنم

جب میں باغ میں اس سروِ قد کے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔ تو شمشاد کے سو پارہ دل پر تیر مارتا ہوں (یعنی وہ شرمندہ اور خجلت زدہ ہوتا ہے)۔

من و وردِ سحری نیست نظیریؔ انصاف
راہِ میخانہ روم دوش بزہّاد زنم

زہّاد۔ زاہد کی جمع ہے۔ بر چیزے دوش زدن۔ کندھا مارنا۔ کسی چیز کا مقابلہ کرنا۔

اے نظیری! بھلا میں اور وردِ سحری، یہ کہاں کا انصاف ہے۔ شرابخانہ کی طرف جاتا ہوں اور زاہدوں سے مقابلہ کرتا ہوں۔

(۱۰)

شب نہ تشویشِ صبا نے شورِ بلبل داشتم
خلوتے با صبحدم با سنبل و گل داشتم

کل رات نہ تو مجھے صبا کی پریشانی تھی اور نہ بلبل کا شور تھا۔ صبح تک سنبل اور گل سے صحبت رہی۔ یعنی معشوق کی زلفوں اور رخساروں سے پیار کرتا رہا۔

عیش ہا سیلِ بہاری بود تا آمد گذشت
صحبتے با دو سنداراں بر سرِ پل داشتم

صحبتِ سرِ پل۔ جس طرح دو مسافر بر سرِ پل ملتے ہیں اور جدا ہو جاتے ہیں۔ مراد سرسری ملاقات۔ جو دیرپا نہ ہو۔

عیش و عشرت کا زمانہ بہار کا سیلاب تھا کہ آیا اور گذر گیا۔ دوستوں کی صحبت ایسی تھی جیسے دو مسافر پل پر آپس میں ملیں۔

یاد آں مستاں کہ برچیدند از اینجا نقل و جام
بہرۂ کیفیتّے از جزو تا کل داشتم

نقل۔ وہ چیز جو شراب پینے کے بعد منہ کا ذائقہ درست کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ جیسے کباب، میوہ، گزک، مٹھائی وغیرہ۔ بہرہ۔ حصّہ۔

ان مستوں کی یاد میں جنہوں نے یہاں سے شراب اور گزک اٹھالی، ہم بھی جزو و کل کی کیفیت کا ایک حصہ رکھتے ہیں۔

پرتوِ اکسیرِ چشمانم بگنج افتادہ بود
ہر چہ مے بردند در بُردن تغافل داشتم

میری آنکھوں کی اکسیر کا اثر خزانہ پر پڑا ہوا تھا۔ جو کہ وہ لے جاتے تھے۔ میں لے جانے میں غفلت کرتا تھا۔

کارم از یک زخمہ آخر شد کہ ظاہر کردہ عشق
ہر چہ در جوہر ترقّی و تنزّل داشتم

زخمہ۔ مضراب، ساز بجانے کی چیز۔

میرا کام ایک ہی چوٹ میں تمام ہو گیا، جو کہ عشق نے ظاہر کی۔ اگرچہ میں اپنے جوہر میں ترقی و تنزّل رکھتا تھا۔

عشق و مستی زود تر زینم بہ مقصد میرساند
دیر از آں رفتم کہ در رفتن تامّل داشتم

عشق اور مستی تو اس سے بھی پہلے مجھے مقصد تک پہنچانی تھی۔ میں دیر سے اس لئے پہنچا کہ جانے میں تامّل کرتا تھا۔

درہمہ کارے مسافر را سبکساری خوشست
بسکہ ماندم توشہ در بارِ توکل داشتم

سُبکساری۔ ہلکاپن۔ توشہ۔ سامان۔ ماندم۔ ماندن مصدر، تھکنا۔

تمام کاموں میں مسافر کے لئے ہلکاپن اچھا ہے اور میں جو پیچھے رہا اس کا سبب یہ ہوا کہ میں توکل کے بوجھ میں توشہ رکھتا تھا۔ (گویا سوزنِ عیسےٰ کی طرح وہ توشہ میری ترقی میں مانع ہوا)۔

مے شنیدم از نظیریؔ عشق میکردم ہوس
ورنہ کے چنیں جانسوز دردے در تخیّل داشتم

میں نظیریؔ سے عشق کے متعلق سنتا تھا اور عشق کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ ورنہ میں کب ایسے جان کو جلانے والے درد (دردِ عشق) کو تخیّل میں لاتا تھا۔

(۱۱)

کنم با بادہ مستی کہ سودائے دگر دارم
بساقی تلخ میگویم کہ دل جائے دگر دارم

میں شراب سے مستی کرتا ہوں۔ کیونکہ میں دوسرا خیال رکھتا ہوں۔ میں ساقی سے تلخ کلامی کرتا ہوں کیونکہ میرا دل دوسری جگہ ہے۔

نظر گردد حجاب آنجا کہ من دیدار می بینم
نہاں از چشم ظاہر بیں تماشائے دگر دارم

جہاں میں دوست کا دیدار دیکھتا ہوں وہاں نظر حجاب ہو جاتی ہے میں ظاہری آنکھوں سے چھپا کر دوسرا تماشا کرتا ہوں ؎

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ہے دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

بروئے عقل رہ بزم مزدِ عقل کار فرمار ا
کہ غیر از کارِ او بر سر تقاضائے دگر دارم

میں کارکن عقل کی اجرت کو عقل ہی کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ اس (عقل) کے کام کے علاوہ میرے ذمّے اور بھی تقاضے ہیں (جنون کے) ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ندانم با کہ در حرفم ہمیں معذار شیدا نم
کہ با خود ہر نفس آشوب و غوغائے دگر دارم

در حرف بودن - گفتگو کرنا ۔ غوغا - شور و غل -

میں نہیں جانتا کہ کس کے ساتھ بات چیت میں محو ہوں - فقط اتنا ہی جانتا ہوں کہ ہر وقت اپنے ساتھ شور و غوغا رکھتا ہوں -

حدیثِ طور از من پرس از محمل چہ می پرسی
کہ من پے بر پئے مجنونِ صحرائے دگر دارم

تو مجھ سے کوہِ طور کا ماجرا دریافت کر، محمل کے متعلق کے ساتھ کیا پوچھتا ہے کیونکہ میں ایک دوسرے صحرا کے مجنوں کی پیروی کر رہا ہوں مطلب میرا عشق قیس عامری کی طرح مجازی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی ہے) -

بمژگاں ابر سیرابم بشارت کوہ و صحرا را

کہ در ہر قطرہ آب دیدہ دریائے دگر دارم

کو وصحرا کے لئے خوشخبری ہو کہ میری پلکوں میں پانی بھرا ہوا بادل (امڈے ہوئے آنسو) ہے - میں آنکھوں کے پانی کے ہر قطرہ میں ایک علیحدہ دریا رکھتا ہوں۔

چہ داند فہم کوتہ بال جولانگاہ شوقم را

کہ او راہِ دگر امشب و من جائے دگر دارم

کوتہ بال - چھوٹے پروں والا۔ نارسا۔

نارسا عقل میرے شوق کی جولانگاہ کو کیا جانے - کیونکہ وہ (عقل) آج رات دوسرے راستے پر گئی ہے اور میں دوسرا مقام رکھتا ہوں۔

خرد را نیست در سودائے من یک ذرّہ گنجائی

کہ او رائے دگر کردست و من رائے دگر دارم

گنجائی - گنجائش۔

عقل کی میرے جنوں میں ذرّہ بھر بھی گنجائش نہیں - کیونکہ اس نے اور خیال کیا ہے اور میری رائے اور ہے۔

نظیریؔ برتر از مطلب برآوردست ہمّت را

کہ برتر از تمنّا من تمنّائے دگر دارم

نظیریؔ نے اپنی ہمّت کو اپنی مراد سے زیادہ بڑھایا ہے کیونکہ تمام آرزوؤں سے بڑھ کر میں ایک اور آرزو رکھتا ہوں۔

(۱۲)

گہے بر فرشِ سنبل گاہ بر روئے گیا اُفتم

نسیم ناتوانم تا کجا خیزم کجا افتم

سنبل - ایک قسم کی خوشبودار گھاس - گیا - گھاس -

کبھی میں سنبل کے فرش پر اور کبھی گھاس پر گرتا ہوں - میں کمزور ہلکی نسیم کی طرح کب تک اٹھتا اور گرتا رہونگا -

نَے کلکم زحسن روئے گل منقار بلبل شد

مبادا از طرف گلشن دور افتم کز نوا افتم

میرے قلم کی نَے (نیزہ) روئے گل (معشوق کے چہرے) کے حسن کی وجہ سے بلبل کی چونچ بن گئی ہے - ایسا نہ ہو کہ جب میں باغ سے دور ہو جاؤں تو نوا سے بھی دور ہو جاؤں مطلب - میرا قلم دوست کے حسن کی تعریف میں اس طرح سے رطب اللسان ہے جس طرح بلبل خوش الحان پھولوں کے حسن سے متاثر ہو کر چہچہاتا ہے - ایسا نہ ہو کہ دوست سے جدا ہونے کے بعد میں بھی بلبل کی طرح گویائی سے محروم ہو جاؤں -

بہر بانگ و سرودے خاطرم آشفتہ میگردد

گلم گوئی کہ از آمد شدِ بادِ صبا افتم

آشفتہ - پریشان - آمد شد - آمد و رفت -

ہر آواز اور نغمے سے میرا دل پریشان ہو جاتا ہے گویا کہ میں ایک گل ہوں جو کہ باد صبا کی آمد و رفت سے پریشان ہو جاتا ہوں ؎

ڈھونڈے ہے اس مغنیٔ آتش نفس کو جی جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

حدیث داغ زلفش میکنم وز دیدہ در دیدہ

دلم را خار خارے ہست ترسم در بلا اُفتم

خار خار ۔ خلش ۔ حدیث ۔ بات ۔

میں زلفوں کے جال کا تذکرہ چھُپ چھُپ کر کرتا ہوں ۔ میرے دل میں ایک خلش ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں ۔

گرم صد بار سوزی باز بر گردِ سرت گردم

نیم پروانہ کز یک سوختن از دست و پا اُفتم

بر گرد سر گردیدن ۔ قربان ہونا ۔ از دست و پا اُفتادن ۔ عاجز ہونا ۔

اگر تو مجھے سو دفعہ جلا دے تو بھی میں تجھ پر قربان ہو جاؤنگا میں پروانہ نہیں کہ ایک ہی دفعہ جل کر عاجز ہو جاؤں ۔

بہ محرومی و بیقدری خضرم گریہ مے آید

چو در فکرِ شہیدانِ تو در روزِ جزا اُفتم

خضر ۔ حضرت خضر علیہ السلام جو بھولے بھٹکوں کی رہنمائی کرتے ہیں مراد رہنما ۔

کام دنیا میں رہبری ہے مرا مثل خضر خجستہ پا ہوں میں

کہتے ہیں کہ حضر ع آبحیات پی کر زندۂ جاوید ہو گئے تھے یہاں اسی طرف اشارہ ہے ۔

جب میں قیامت کے دن تیرے شہیدوں کے متعلق سوچتا ہوں ۔ تو مجھے حضرت خضر کی محرومی اور بے قدری پر رونا آتا ہے (کیونکہ وہ زندۂ جاوید ہونے کے باعث تیرے عشق میں شہادت پانے کی سعادت سے محروم رہ گئے) ۔

مرے جو عشق کے عاشق بیاں کبھو کرتے مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

نظیری بیخود از بزم وصالِ یار مے آیم

عجب کیفیتے دارم ندانم تا کجا افتم

اے نظیری! میں دوست کی بزمِ وصال سے بیخود ہو کر آتا ہوں میں عجیب کیفیت رکھتا ہوں۔ اور نہیں جانتا کہ کہاں رہوں۔

(۱۳)

سخنِ دوست گراں بود فراواں کردم
جاں بہ بیعانہ بیارید کہ ارزاں کردم

دوست کی بات بہت دلکش تھی اس لئے میں نے اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ بیعانہ کے لئے جان حاضر کرو میں نے یہ سودا سستا کر دیا ہے۔

گرد راہِ خضرے از نظرم مے پاشید
سوئے ہر چشمہ شدم چشمۂ حیواں کردم

چشمۂ حیواں۔ آبِ حیات کا چشمہ جس کا پانی پینے سے انسان زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ خضرؑ نے اس چشمے کا پانی پیا تھا۔

حضرت خضرؑ کے راستہ کا غبار میری آنکھوں سے ٹپکتا تھا۔ ہر چشمہ جس کی طرف میں گیا اس کو آبحیات کا چشمہ بنا دیا۔

ہیچ اکسیر بتاثیر محبت نرسد
کفر آوردم و در عشق تو ایماں کردم

کوئی اکسیر محبت کی تاثیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میں کفر لایا اور تیرے عشق کی بدولت اس کو ایمان کر دیا۔

ہمہ بائینیم بود چو رفت آمدِ کار

ہرچہ در کار نبایست ہمہ آں کردم

جو کام کرنے کے لائق تھا اس کا موقع ہاتھ سے نکل گیا اور جو کام کرنے کے لائق نہ تھے وہ سب میں نے کئے۔

نیم ساعت بخود از تفرقہ نتواں پرداخت
در مقامے کہ دلِ جمع پریشاں کردم

میں آدھی گھڑی کے لئے بھی تفرقہ کے سبب اپنی طرف مشغول نہ ہو سکا۔ ایسے مقام میں کہ جہاں میں نے سارے جمع کا دل پریشان کیا۔

ہرچہ آموختہ بودم ہمہ از یادم رفت
سودِ چہل سالہ بسودائے تو نقصاں کردم

چہل۔ چہل کا مخفف ہے۔ چالیس۔ از یاد رفتن۔ بھول جانا۔
جو کچھ میں نے سیکھا ہوا تھا۔ سب بھول گیا۔ چالیس برس کے فائدے کو تیرے عشق نے برباد کر دیا۔

حال از آں ترکِ سیہ چشم میوشید کہ من
سحر پیشِ نظرش بردم و قرآں کردم

اس سیہ چشم معشوق سے میرا حال نہ چھپاؤ۔ کیونکہ میں نے اس کی نگاہوں کا جادو اٹھا کر قرآن اٹھایا ہے۔

سوئے تو رہ بتگاپوئے خرد نتواں برد
سعی چندانکہ بہ تحقیق تو نتواں کردم

تگاپوے۔ کوشش، جد و جہد۔

عقل کی کوشش سے تجھ تک راستہ نہیں پا یا جا سکتا۔ تیری تحقیق میں جتنی سعی مجھ سے ممکن ہو سکتی تھی وہ بھی کی۔

خانخاناں کہ بیادِ نظرِ تربیتش
طبع گر خاک نگارد منش جاں کردم

خانخاناں (نظیری کا ممدوح اور اکبر کا وزیر) جس کی نظرِ تربیت کی یاد میں طبیعت نے اگر خاک پر بھی لکھا تو میں نے اس میں جان ڈال دی۔

نکتہ آرا و غزل سنج نظیری می باش
بمدیحے کہ ترا صاحبِ دیواں کردم

اے نظیری! تو اس ممدوح کی وجہ سے جس کے فیض نے تجھے صاحبِ دیوان بنا دیا ہے نکتہ سنج اور غزل گو رہ۔

(۱۴)

ما چو سیل ایں خاک را از اوّل بہ پشتِ پا زدیم
خیمہ ہمچو گل ز مہدِ غنچہ بر صحرا زدیم

پشتِ پا زدن۔ ٹھکرانا۔ سیل۔ طوفان۔ مہد۔ پنگوڑا۔

ہم نے پہلے ہی اس خاک کو سیلاب کی طرح ٹھکرا دیا۔ اور ہم نے غنچہ کے پنگوڑے سے گل کی طرح صحرا میں خیمہ لگایا۔

کوہ دانستیم دنیا را و خود را شاخِ گل
از بغل مینا بر آوردیم و بر خارا زدیم

مینا۔ شراب کی صراحی۔ خارا۔ سخت پتھر۔

دنیا کو ہم نے پہاڑ کی طرح اور اپنے آپ کو گل کی طرح سمجھا۔ ہم نے بغل سے شراب کی صراحی نکالی اور اس کو پتھر پر مارا۔ مطلب۔ جس طرح پھول پتھریلی زمین میں نہیں اُگ سکتا اور شیشہ پتھر سے ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح دنیا کو ہم نے اپنے لئے ناساز گار سمجھا۔

جنس کنعاں مصریاں گفتند در بازار نیست
بشتیر راندیم رخش از کارواں سودا زدیم

کنعاں۔ حضرت یوسف کی جائے پیدائش۔ رخش۔ گھوڑا۔ سودا زدن۔ سودا کرنا۔ راندن۔ گھوڑا دوڑانا۔

مصریوں نے کہا۔ ہمارے بازار میں کنعانی سامان نہیں ہے۔ ہم نے گھوڑے کو آگے دوڑایا۔ اور قافلہ والوں سے سودا کیا۔ مطلب۔ جنسِ کنعاں سے حضرت یوسف علیہ السلام مراد ہیں۔ اور اس شعر میں حضرت یوسف کے مصر کے بازار میں بکنے کے قصے کی طرف تلمیح ہے ؎

دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار   لیکن کوئی خواہاں نہیں واں جنسِ گراں کا

دہر از اوّل بر سرِ کین است پندارد کہ ما
سنگِ مریخ و زحل بر گنبد مینا زدیم

زمانہ پہلے ہی ہمارا دشمن ہے۔ وہ (زمانہ) سمجھتا ہے کہ ہم نے ہی مریخ اور زحل کے پتھر کو گنبدِ مینا (آسمان) پر مارا ہے۔ مطلب۔ زمانہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہی دنیا میں نحوست پھیلانے والے ہیں۔

تکیہ بر آب و سرے پُر بادِ نخوت چوں حباب

ہرزہ وا کردیم چشم و غوطہ در دریا زدیم

تکیہ - بھروسہ - ہرزہ - بیہودہ، فضول، بیفائدہ -

ہم نے ہوا پر بھروسہ کر کے اور دماغ میں غرور کی ہوا بھر کر، پانی کے بلبلے کی طرح فضول آنکھ کھولی اور دریا میں غوطہ لگا دیا۔ مطلب - انسانی زندگی فانی اور پانی کے بلبلے کی مانند ناپائدار ہے۔ لہٰذا اس پر مغرور اور نازاں ہونا زیبا نہیں (تکیہ بر آب سے ناپائدار مراد ہے۔ بلبلہ پانی پر ہوتا ہے، اس میں ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے اور اس کی شکل آنکھ کے مشابہ ہوتی ہے ؎

تیری الفت ہوا کا جھونکا ہے   میری ہستی حباب ہے گویا

کس ز ما سرگشتگاں رہ بر مراد خود نیافت

بال و پر در جستجوئے منزلِ عنقا زدیم

سرگشتہ - بھٹکا ہوا - بال و پر زدن - کوشش کرنا - عنقا - ایک وہمی پرندہ جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں -

ہم بھٹکے ہوؤں میں سے کسی نے بھی اپنی مراد کے موافق راہ نہ پائی۔ ہم منزلِ عنقا کی تلاش میں فضول کوشاں رہے -

قصرِ فوق و کاخِ تہ جستیم غیر از ما نبود

خوش بخلوت خانہ بنشینیم مے تنہا زدیم

فوق - اوپر - کاخ - محل - مے زدن - شراب پینا -

ہم نے بلندی اور پستی کے محلوں کو ڈھونڈھا۔ ہمارے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ ہم تنہائی کے کمرے میں اچھی طرح بیٹھے اور تنہا شراب پی -

غیرتِ ما با کسے تارِ دو تائی بر نتافت
بر خود آخر تاب ہمچو رشتۂ یکتا زدیم

تارِ دو تائی - دوہرا دھاگا - رشتۂ یکتا - اکہرا دھاگا -
ہماری غیرت نے کسی کے ساتھ مل کر دوہرا دھاگا نہیں بٹا - ہم نے آخر کار اکہرے دھاگے کی طرح اپنے آپ کو بٹا -

دلکشا دیدیم صوت و نغمۂ امروز را
مہرِ نسیاں بر سرِ افسانۂ فردا زدیم

صوت - آواز - نسیاں - بھول جانا - ایک دماغی بیماری ہے جس میں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے - فردا - آنے والی کل - مراد قیامت -
ہم نے آج کے (موجودہ زندگی کے) راگ اور نغمہ کو ہی دلکش پایا - اور ہم نے کل (قیامت) کے افسانہ پر مہرِ نسیاں لگادی - مطلب - ہم نے بہشت کی نعمتوں اور عیش و نشاط پر دنیاوی لہو و طرب کو ترجیح دی - غالب ؎

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

سبزہ وش شاید کہ رازِ خاک بر صحرا نہیم
بادۂ حمرا ز جامِ لالۂ حمرا زدیم

وش - مانند، حرفِ تشبیہ - حمرا - سرخ - راز بر صحرا نہادن - راز افشا کرنا
ممکن ہے کہ سبزہ کی طرح ہم خاک (زمین) کے راز کو فاش کریں - کیونکہ ہم نے گُل لالہ کے سرخ جام سے سرخ شراب پی ہے -

کس حدیثِ آشنائی در جواب ما نگفت

قفلِ خاموشی نظیری بر لبِ گویا زدیم

اے نظیری! ہمارے جواب میں کسی نے دوستی کی بات نہیں کی۔ اس لئے ہم نے بھی اپنے گویائی کے لبوں پر خاموشی کا قفل لگا دیا۔ (ہم نے بھی مجبور ہو کر خاموشی اختیار کرلی)۔

(۱۵)

تا کے از کثرتِ غم روئے بر زانو نہم
تنگ گردد خانہ بر من سر بشہر و کو نہم

میں کب تک کثرتِ غم کے باعث زانو پر سر رکھوں۔ گھر (غم کے باعث) مجھ پر تنگ ہو گیا ہے اس لئے اب میں شہروں اور گلیوں میں پھرتا ہوں۔

در فغ دل تنگی دمے از شغل خالی نیستم
دست اگر بردارم از جیب آستیں بر رو نہم

میں اپنا غم دور کرنے کے لئے ایک دم بھی شغل سے خالی (بیکار) نہیں ہوں اگر ہاتھ گریبان سے اٹھاتا ہوں تو آستین منہ پر رکھ لیتا ہوں۔ مطلب۔ غم عشق کی وجہ سے کبھی گریبان چاک کرتا ہوں اور کبھی آنسو بہاتا ہوں۔

شاکرِ بختم کہ منت دار از خویشم نکرد
عشرتے یاد آورم غمہاش بر پہلو نہم

منت دار۔ احسان مند۔

میں اپنے نصیبے کا شکر گزار ہوں۔ کہ مجھے اپنا احسان مند نہیں بنایا۔ جب میں عیش و عشرت کو یاد کرتا ہوں تو اس کے غم کو پہلو میں چھپا لیتا ہوں۔

کوچۂ معشوق باغ دلکشائے عاشق است
بینم از ہر جا ملالے رو بکوئے او نہم

معشوق کا کوچہ عاشق کے لئے ایک دلکشا باغ ہے اس لئے میں جہاں کہیں غم دیکھتا ہوں۔ اس (معشوق) کے کوچے کا رُخ کرتا ہوں۔

کس دریں کاسد دیار از من مشامے خوش نکرد
چند چوں گل رخت رعنائی برنگ و بو نہم

کاسد۔ کھوٹی چیز۔ مشام۔ دماغ۔ رعنائی۔ حسن، خوبصورتی ،غرور
اس کھوٹی دنیا میں کسی نے میرے دماغ کو خوش نہ کیا۔ میں کب تک پھول کی طرح اپنے غرور کی رنگ و بو ظاہر کرتا رہونگا۔

مایۂ من انگبین ناب و پر آشوب شہر
بہ کزیں بازار جنس خویش بر یک سو نہم

مایہ۔ پونجی ۔ انگبین ناب۔ خالص شہد۔
میری پونجی خالص شہد ہے اور شہر فتنہ و فساد سے بھرا ہوا ہے بہتر ہے کہ میں اپنی جنس کو اس بازار سے اٹھالوں۔

کفر و ایماں را بہ یک سنگ آں دو ابرو میکشند
تا بکے اعجاز را در پلۂ جادو نہم

سنگ۔ وزن۔ بیک سنگ کشیدن۔ برابر سمجھنا۔
وہ دو ابرو کفر و ایمان کو ایک ہی بھاؤ خریدتے ہیں۔ میں کب تک معجزے کو جادو کے پلڑے میں رکھونگا۔

خوب عشرت کردہ ام عادت براحت چند گاہ
میروم تا سر ازیں عادت نہ طبع خو نہم

میں نے خوب عیش کیا۔ کب تک راحت کا عادی رہونگا۔ جاتا ہوں تاکہ اس عادت کو سر سے اور اس خصلت کو طبیعت سے نکال دوں۔

طے راہ از اشک بر مژگاں سبک سر میکنم
خم بگردون ز ثقلم بار اگر بر مو نہم

سُبک سر۔ ہلکا۔ ثقل۔ گرانی، بوجھ۔

میں راستے میں پلکوں کے آنسوؤں کو ہلکا بناتا ہوں۔ اگر میں اپنا بوجھ ایک بال پر ڈالوں تو وہ میرے بھاری پن سے خم نہیں ہوگا۔

نافۂ مشکم کہ عطر افشاں بپا افتادہ ام
در چہ پا آویزم و رُخ بر پئے آہو نہم

میں مشک کا ایک نافہ ہوں۔ کہ عطر چھڑکتے ہوئے پاؤں میں گر پڑا ہوں۔ میں کس چیز میں پاؤں لٹکاؤں (کسی چیز کی آرزو کیوں کروں) اور میں کیوں ہرن کا پیچھا کروں۔

بوالعجب دردے نظیری را بشور آوردہ است
سینہ بشگافد گرش زنجیر بر بازو نہم

بوالعجب۔ عجیب۔ بشور آوردن۔ پریشان کرنا۔ شگافتن۔ پھٹنا۔
ایک عجیب درد نے نظیری کو پریشان کر دیا ہے۔ میں اس کے پاؤں پہ زنجیر ڈالوں تو وہ اپنا سینہ پھاڑ لیتا ہے۔

(۱۶)

ہمیشہ گریۂ تلخے در آستیں دارم
بہ نرخِ زہر فروشم گر انگبیں دارم

میں ہمیشہ اپنی آستین میں گریۂ تلخ رکھتا ہوں (ہمیشہ گریہ وزاری کی وجہ سے میری آستین آنسوؤں سے تر رہتی ہے) اور خواہ میرے پاس شہد ہی کیوں نہ ہو۔ اُسے زہر کے بھاؤ بیچتا ہوں۔ (اگر بزم عیش وطرب بھی ہو تو اسے اپنے گریۂ پیہم کی وجہ سے بزم ماتم بنا دیتا ہوں) اسہ

نہ کہیں عیش تمہارا بھی منغض ہو جائے دوستو درد کو محفل میں نہ تم یاد کرو

بہ باد و برق ہم از احوال خویش در گفتار
کہ ابر در گذر و تخم در زمیں دارم

میں اپنے حالات کے متعلق ہوا اور بجلی کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔ کیونکہ ابر گذر رہا ہے اور میرا بیج ابھی تک زمین میں ہے۔

کسے کہ خانہ بہمسائگی من گیرد
مدام خوش دلش از نالۂ حزیں دارم

جو شخص میرے پڑوس میں مکان لیتا ہے میں اپنے رنجیدہ نالہ سے ہمیشہ اسے خوش دل رکھتا ہوں

نہ با گلم نظرے نے بصوتم آہنگے
شکستہ بالم و صیّاد در کمین دارم

آہنگ۔ ارادہ مراد شوق۔ شکستہ بال۔ ٹوٹے ہوئے پروں والا۔

نہ میری نگاہ کسی پھول پر رہتی ہے اور نہ مجھے کسی آواز (راگ) کا شوق ہے۔ میرے پر ٹوٹے ہوئے ہیں (طاقتِ پرواز سلب ہو چکی ہے) اور میں شکاری کو اپنی گھات میں دیکھتا ہوں۔

مرا بسادہ دلیہائے من نواں بخشید
خطا نمودہ ام و چشمِ آفریں دارم

مجھے میری اس سادہ دلی پر بخش دینا چاہیئے۔ کیونکہ میں نے خطا کی ہے اور آفرین (دادِ گناہ) کی امید رکھتا ہوں۔

دلم رفیق سمندر مزاج مے طلبد
سمومِ غیرتِ وادیٔ آتشیں دارم

سمندر۔ ایک کیڑا جو آگ میں پیدا ہوتا ہے۔ سموم۔ گرم اور زہریلی ہوا۔

میرا دل ایسا رفیق چاہتا ہے جس کا مزاج جیسا ہو۔ کیونکہ میں ایسی گرم اور زہریلی ہوا رکھتا ہوں جو بلحاظ گرمی و سوزش آگ کی وادی کے لئے بھی باعث رشک ہے

ز دیر با بُت و بتخانہ مے بُرد عشقم
خجالت از رخِ مردانِ راہِ دیں دارم

میرا عشق مجھے بت و بتخانہ کے ساتھ دیر سے لئے جاتا ہے اور مجھے مردانِ راہِ دین (اہل اللہ لوگ) کے چہروں سے شرم آتی ہے۔

بدستِ ہر کہ فتد جرعۂ حریفِ من است
ندیمِ میکدہ ام دل چرا غمیں دارم

جرعہ۔ گھونٹ۔ غمیں۔ غمگین۔ ندیم۔ ساتھی۔

جس کو شراب کا ایک گھونٹ بھی میسر ہو جائے وہ میرا حریف ہے میں میکدہ کا دوست ہوں اس لئے میں دل کو غمگین کیوں کروں۔

سرم بکار نظیری فرو نمے آید
کہ داغ بندگیٔ عشق در جبیں دارم

اے نظیری! کسی کام میں میرا سر نہیں جھکتا۔ کیونکہ میں عشق کی غلامی کا داغ اپنی پیشانی پر رکھتا ہوں۔

(۱۷)

جز نسخۂ احوالِ کساں بیش ندارم
ہرگز نظرے بر ورق خویش ندارم

میں لوگوں کے حالات کے نسخہ کے سوا اور کچھ نہیں رکھتا (جانتا) اور میں اپنے ورق پر ہرگز نظر نہیں ڈالتا۔ مطلب۔ میں دوسروں کی عیب جوئی کرتا ہوں اپنے افعال و اعمال کا محاسبہ کبھی نہیں کرتا۔

بر دامِ ہوا و ہوسم خندہ زند مرگ
صد داعیہ ام پیش و نفس بیش ندارم

خندہ زدن۔ ہنسی اڑانا۔ مذاق و تمسخر کرنا۔ داعیہ۔ خواہش۔

موت میرے ہوا و ہوس کے جال پر (جو میں نے دنیا میں پھیلا رکھا ہے) ہنستی ہے سینکڑوں خواہشات میرے سامنے ہیں اور میں زیادہ سانس نہیں رکھتا ہوں۔ مطلب۔ میری خواہشات بہت ہیں لیکن عمر کوتاہ ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے   بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

روشن شود از کاوشِ احباب چراغم
زخمے نزند کس کہ سرے پیشش ندارم

دوستوں کی کاوش سے میرا چراغ روشن ہوتا ہے کوئی شخص زخم نہیں لگاتا کہ جس کے آگے میں سر نہ جھکاؤں۔ (جو شخص مجھے زخم لگاتا ہے۔ میں اس کے آگے سر جھکا دیتا ہوں۔

ہر نوع کہ آید سخنِ عشق سرایم
صبرِ خردِ قافیہ اندیش ندارم

جس طرح بھی ہو سکے میں عشق کا راگ گاتا ہوں۔ اور قافیہ سوچنے والی عقل کی تاب نہیں رکھتا۔ مطلب۔ مجھے شعر و شاعری سے کوئی سروکار نہیں میں تو اپنی وارداتِ عشق کا اظہار چاہتا ہوں خواہ کسی طرح ہو۔

چوں خامہ آشفتہ دماغاں شدم از دست
پروائے نوشتن ز دلِ ریش ندارم

آشفتہ۔ پریشان۔ از دست شدن۔ قابو سے نکل جانا۔ بے اختیار ہو جانا۔ دلِ ریش۔ زخمی دل۔

میں پریشان دماغ لوگوں کے قلم کی طرح بے اختیار ہو گیا ہوں۔ اور مجھے اپنے زخمی دل کا حال لکھنے کی بھی پروا نہیں ہے۔

زاں نیش کہ دی زد بہ رگِ دست تو فصاد
در یک بُنِ مو نیست کہ صد نیش ندارم

نیش۔ ڈنک۔ بُنِ مو۔ بال کی جڑ۔

اس نشتر کی وجہ سے جو فصد لینے والے (جرّاح) نے بیزے ہاتھ کی رگ پر گی زات لگایا تھا۔ میں اپنے ہر بال کی جڑ میں سینکڑوں نشتر رکھتا ہوں مطلب معشوق کے فصد کھولی گئی ہے جس کا صدمہ عاشق کو پہنچا ہے۔

از من سخن عشق و جنوں پرس نظیری
دیر یست دل و دین و سر کیش ندارم

سر۔ خواہش۔ کیش۔ مذہب۔

اے نظیری! مجھ سے عشق و جنوں کی بات پوچھ۔ کیونکہ میں ایک مدّت سے دل و دین اور مذہب کا خیال نہیں رکھتا ہوں۔

(۱۸)

رضا بعشق کدام است و اختیار کدام
چہ دل بعشق دہم دل کدام و یار کدام

عشق میں رضا کہاں ہے اور اختیار کہاں؟ (عشق میں رضا و اختیار کو دخل نہیں)، میں عشق میں دل کیا دوں۔ (میرے پاس) دل کہاں ہے اور یار کہاں؟

در آں کمند کہ صد سر ز حلقہ ریزد
بہائے کشتہ کہ و قیمت شکار کدام

کمند۔ پھندا۔ بہائے کشتہ۔ مقتول کا خوں بہا۔

اس کمند (زلفِ محبوب) میں جس کے ہر حلقے سے سینکڑوں سر گرتے ہیں۔ مقتول کا خونبہا کیا ہے اور شکار کی قیمت کتنی ہے؟ ؎

شہیدانِ نگہ کا خونبہا کیا ہے؟ میں ضامن ادھر دیکھ محابا کیا ہے

دو نیم گشتہ دل از کفر و دیں ہمیدانم
کزیں دو پارہ دل آید ترا بکار کدام

کفر و دیں کے باعث میرے دل کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں میں نہیں جانتا
کہ ان دونوں ٹکڑوں میں سے تمہارے کام کا (ٹکڑا) کونسا ہے۔

چہ چشم اعمیٰ از ہجر نور کو بندم
کہ قرب ذرہ چہ و نسبت شرار کدام

اعمیٰ۔ اندھا۔ قرب۔ نزدیکی۔ شرار۔ چنگاری۔

وہ آنکھ جو جدائی کی وجہ سے اندھی ہے میں اس کے لئے روشنی کہاں سے لاؤں
کیونکہ ذرے کا قرب کیا ہے اور شرار کی نسبت کیا ہے؟ ؎

عین رحمت ہے اگر مجھ پر نگاہ لطف ہو تو سراپا نور، میں اک ذرہ ناچیز ہوں

فلک ز عربدہ آسودہ است حیرانم
کہ گشتہ خوئے تو با طبع روزگار کدام

عربدہ۔ لڑائی، جھگڑا۔ آسودہ۔ فارغ البال۔

آسمان تمام جھگڑوں سے آسودہ و فارغ ہو گیا ہے میں حیران ہوں کہ زمانہ
کی طبیعت کے ساتھ تیری عادت کیا ہو گئی ہے۔

زبسکہ مست رخ ساقیم نمے فہمم
کہ تاب طرہ چہ و چشم پر خمار کدام

چونکہ میں ساقی کے دیدار سے مست ہوں اس لئے نہیں جانتا کہ زلف کا پیچ
کہاں ہے اور نشیلی آنکھیں کونسی ہیں؟

قرار و صبر نظیری بچشم او دادیم
ز عہد ما و تو بینیم استوار کدام

اے نظیری! ہم نے صبر و قرار اسی کی آنکھوں کے حوالے کر دیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ تیرے اور میرے وعدوں میں سے زیادہ مضبوط کونسا ہے۔

(۱۹)

ہر کجا ساخت غمے دائرہ معمار شدم
ہر کجا نقطہ شد اندر خط پرکار شدم

جہاں کہیں غم نے دائرہ بنایا میں وہیں اس کا معمار بن گیا۔ اور جہاں کہیں غم دائرہ کے اندر نقطہ (مرکز) بنا میں وہاں پرکار بن گیا (اس غم کے گرد گھومنے لگا)

بوئے یار من ازیں سست وفا مے آید
گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم

سست وفا۔ بیوفا۔ از کار شدن۔ بے اختیار ہونا، مست ہونا۔
پھول میرے ہاتھ سے لے لو۔ کیونکہ اس بے وفا سے مجھے، میرے محبوب کی بُو آتی ہے جس کی وجہ سے میں بے اختیار اور بیخود ہو گیا ہوں۔ کسی کا اسی قسم کا نہایت خوب شعر ہے ؎

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سوداؔ ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

بس کہ در شد بَرَم آسودہ دو دستم در خواب
ہمچناں زیر سرش بود کہ بیدار شدم

بَر۔ پہلو، سینہ، آغوش، مراد دل۔

خواب میں میرا دل اس سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ میرے دونوں ہاتھ اسی طرح اس کے سر کے نیچے تھے۔ کہ میں بیدار ہوگیا۔ **مطلب** شاعر نے اپنے محبوب کو ان کیفیات کے ساتھ عالم خواب میں دیکھا۔ جب بیدار ہوا تو اس خاکہ کا تصوّر کر کے اظہار حسرت کرتا ہے۔

دلِ دیوانۂ من قابلِ زنجیر نبود
بہ شکنجِ سرِ زلف از چہ سزاوار شدم

میرا دیوانہ دل زنجیر کے قابل نہ تھا تو پھر میں زلفوں کے شکنجے کے لائق کیوں قرار دیا گیا۔

من دگر قوّتِ پرواز نہ دارم در دام
کاش صیّاد بداند کہ گرفتار شدم

اب میں جال میں اڑانے کی قوّت نہیں رکھتا ہوں۔ کاش! صیّاد کو معلوم ہو جائے کہ میں گرفتار ہو چکا ہوں۔

قیمتِ زخمِ بلا، دردِ طلبگاری بود
نرخِ کالا نشنیدم کہ خریدار شدم

زخمِ بلا کی قیمت دردِ طلبگاری تھا۔ جب میں خریدار ہوا تو میں نے اس سامان کا نرخ بھی نہیں سُنا تھا۔

کس بآتش بدلِ خویش نظیریؔ نزود
زاں نگہ سوختہ بودم کہ خبردار شدم

بدلِ خویش۔ اپنی مرضی سے، جان بوجھ کر۔

اے نظیری! کوئی شخص اپنی خوشی سے آگ میں نہیں کودتا۔ جس وقت مجھے خبر ہوئی تو میں اس (محبوب) کی نگاہ سے جل چکا تھا۔

(۲۰)

خود را کباب ازیں دلِ خود کام کردہ ام
ایں پارہ آتشے ست دلش نام کردہ ام

خود کام۔ خود غرض۔ پارہ۔ ٹکڑا۔

میں نے اس خود غرض دل کی وجہ سے اپنے آپ کو کباب کر دیا۔ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے جس کا نام میں نے دل رکھا ہے ؎

دل از ذوقِ تپش دل بود، لیکن چو یک دم از تپش افتاد گِل شد

گر روزگار دشمنِ من گشتہ دور نیست
خونہا ز رشک در دلِ ایام کردہ ام

اگر زمانہ میرا دشمن ہو گیا ہے تو کوئی عجیب بات نہیں۔ کیونکہ میں نے رشک کی وجہ سے زمانے کے دل کو خون کر دیا ہے۔

ایں دل کہ در وصال تسلّی ازو نہ بود
خورسندش از تغافل و دشنام کردہ ام

یہ دل جس کو وصال میں تسلّی نہ تھی۔ میں نے اُسے تغافل اور دشنام سے خوش کر دیا ہے۔

بے صبرم آنچناں کہ بقدرِ کرشمۂ
جائے نکردہ و نہادہ دلے وام کردہ ام

دام کردن - قرض لینا -
میں ایسا بے صبر ہوں کہ ایک کرشمہ کے عوض میں وہ جان قرض لئے ہوئے
ہوں جس سے دل قائم ہے - (ورنہ جان کا مالک تو محبوب ہو چکا ہے)

پیش خیال او حذر آید ز اضطراب
ایں صید را بحیلہ دمے رام کردہ ام

حذر آمدن - بچنا، پچھتانا - رام کردن - مطیع کرنا - اضطراب بےچینی
اس کے خیال کے سامنے مجھے اضطراب سے ڈر لگتا ہے کیونکہ اس شکار
کو میں نے تھوڑی دیر کے لئے حیلے سے مطیع کیا ہے مطلب - بڑی مشکل سے
معشوق کا تصور باندھا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اضطراب کی نذر ہو جائے -

شام فراق در نظرم داغ حسرت است
ہر مے کہ روزِ وصل تو در جام کردہ ام

ہر وہ شراب جو کہ میں نے تیرے وصل کے دن جام میں ڈالی (پی) تھی اب
وہ جام وصال جدائی کی شام میں میری نظروں میں حسرت کا داغ ہو کر رہ گیا ہے ~
وہ بزم عیش، وہ ساقی، وہ چاندنی راتیں   وہ دن، وہ جوش مری رس بھری جوانی کا

از نیم جرعہ لطف نظیری چہ بیخودیست
ایں روز وصل بود کہ من شام کردہ ام

اے نظیری! تجھ پر تو معشوق کی شراب لطف کے آدھے گھونٹ سے ہی بیخودی
طاری ہو گئی - (یہ میں ہی تھا) جس نے روزِ وصل کو شام کر دیا -

(۲۱)

ما قلم در آتش و دفتر در آب افگندہ ایم
ہرچہ با اُس خواہشے ہست از حساب افگندہ ایم

ہم نے اپنے قلم کو آگ میں اور دفتر کو پانی میں پھینک دیا ہے اور جس چیز کی طرف خواہش ہوئی اسے ہم نے حساب سے گرا دیا۔ (ہم نے اپنے جذبات کو محبوب کے سامنے ہیچ کر دیا ہے)۔

شب کہ در مستی سراغ کلبۂ ما کردۂ
جائے غم شادی بروں از اضطراب افگندہ ایم

سُراغ ۔ پتہ، نشان، کھوج۔ کلبہ ۔ جھونپڑی، گھر۔

رات تو نے مستی میں ہمارے گھر کا سراغ لگایا۔ ہم نے اضطراب کی وجہ سے غم کی جگہ خوشی کا اظہار کیا۔ (یعنی گلے شکوے سب بھول گئے ۔

ان کے آنے سے جو آجاتی ہے رونق منہ پر   وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

کوئے جاں معمور تر داریم از بازار دل
راہ سلطاں را بعمدا بر خراب افگندہ ایم

معمور ۔ آباد۔ بعمدا ۔ جان بوجھ کر، دیدہ و دانستہ۔

ہم جان کے کوچے کو دل کے بازار سے زیادہ آباد رکھتے ہیں۔ ہم نے دیدہ و دانستہ بادشاہ کا راستہ ویرانہ کی طرف کر دیا ہے۔

ما گرفتاران بیدل ہر کجا نالیدہ ایم
لرزہ بر عرش از دعائے مستجاب افگندہ ایم

ہم بے دل (محبت کے) گرفتار جہاں کہیں کبھی روتے ہیں ہم نے اپنی مقبول
دعا کے اثر سے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا ہے ۔

بترس از آہ مظلوماں، کہ ہنگام دعا کردن اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

بر سرِ انگشتِ نیاز ما اثر یابی کہ دوش
طرۂ مقصود را در پیچ و تاب افگندہ ایم

تو ہماری نیاز کی انگلیوں میں اثر پائے گا۔ کیونکہ کل رات ہم نے اپنے مقصود
کی زلفوں کو پراگندہ و منتشر کر دیا۔ (شب وصال تمام رات معشوق کی زلفوں سے
کھیلتے رہے۔

چاشنی گیرند مستاں از دلِ پُر شورِ ما
ما ہماں بر آتش از خامی کباب افگندہ ایم

مست لوگ ہمارے پرشور دل سے چاشنی (لذت) حاصل کرتے ہیں (مستفید
ہوتے ہیں لیکن ہم نے ویسے ہی خامی کی وجہ سے (ناتجربہ کاری و ناعاقبت اندیشی
کے باعث) اپنے کباب کو آگ پر ڈالا ہے۔

کفر و دیں را از سوئے باطن رسولاں در رہ اند
بر غلط بیناں نظر ہا بر کتاب افگندہ ایم

کفر اور دین کے لئے رہنما باطن کی طرف سے راستہ میں موجود ہیں ہم ظاہر
بینوں نے باطل سے کتاب کی طرف نظر ڈالی ہے ۔

سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

برنتابیم از فرشتہ منتِ باد مراد

ما کہ کشتی بر سرِ موجِ سراب افگندہ ایم

(چونکہ) ہم فرشتے سے بھی بادِ مراد کا احسان نہیں اٹھاتے۔ اس لئے ہم نے اپنی کشتی کو موجِ سراب پر ڈال دیا ہے ؎

احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

از کراماً الکاتبین منّتِ نظیریؔ کے کشم

ما ز دیوانِ عمل حرفِ ثواب افگندہ ایم

کراماً کاتبین۔ وہ فرشتے جو ہر انسان کے نیک و بد اعمال کا حساب رکھتے ہیں۔ منّت کشیدن۔ احسان اُٹھانا۔ دیوان۔ دفتر۔

اے نظیری! ہم کراماً کاتبین کے احسان کب اٹھاتے ہیں۔ ہم نے تو اپنے اعمالنامہ سے پہلے ہی حرفِ ثواب کو گرا دیا ہے۔ مطلب۔ ہم جزا و سزا سے بے نیاز ہو کر مصروفِ عمل ہیں اور ہماری عبادت میں ثواب و بہشت کی خواہش اور امید کو کوئی دخل نہیں ہے ؎

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے اے بیخبر! جزا کی تمنّا بھی چھوڑ دے

طاعت میں تا، رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ دوزخ میں ڈال دے کوئی لاکر بہشت کو

(۲۲)

دست در طرّۂ آشفتۂ یارے نزدیم

یادگارے گرہے بر سرِ تارے نزدیم

طرّۂ آشفتہ۔ پریشان زلفیں۔

ہم نے کسی معشوق کی پریشان زلفوں کو ہاتھ نہیں لگایا اور یادگار کے

طور پر ہم نے کسی تار پر گرہ نہیں لگائی۔

شرم مابادکہ مشہور جہانیم بعشق
نشدیم آتش و برقے بد یارے نزدیم

ہمیں شرم آنی چاہیئے کہ ہم عشق کی بدولت دنیا میں مشہور (رسوا) ہوگئے ہیں
پھر بھی نہ ہم آگ بنے ہیں اور نہ ہم بجلی بن کر کسی ملک پر گرے ہیں مطلب العشق
نارٌ یحرق ماسوی اللہ۔ عشق ایک آگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے
لیکن ہم دعویٰ عشق کے باوجود اس وصف سے عاری ہیں۔

در رہِ دوست چو خاشاک دوا ریختہ اند
بر سر آبلۂ نشتر خارے نزدیم

دوست کے راستے میں کوڑے کرکٹ کی طرح دوا بکھیر رکھی ہے لیکن ہم نے
اپنے پاؤں کے چھالوں پر کسی کانٹے کا نشتر نہیں لگایا۔ یعنی جب ہم اس دوا کے
متلاشی نہ ہوئے تو کیا فائدہ۔ راز جی ہ

کون کہتا ہے مرے درد کا درماں کردے   میرے ہر زخم جگر کو تو نمکداں کردے

گردہ صد سالکِ چالاک بریں راہ گذر
دست در حلقۂ فتراکِ سوارے نزدیم

سالک۔ راہرو۔ فتراک۔ وہ رسی جس کے ساتھ شکار کو باندھتے ہیں۔
سینکڑوں چالاک راہرو اس راستے سے گزرے ہیں۔ لیکن ہم نے کسی سوار
کے شکاربند کے حلقہ میں ہاتھ نہیں ڈالا ہ

نہ پکڑے دامن ایاس گرداب بلا میں ہم   کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

ہر چہ دادند و گرفتند دراں کوئے نکوست
بر ترازو و محک وزن عیارے نزدیم

محک - کسوٹی، جس پر سونے کو پرکھتے ہیں - عیار - سونا چاندی تولنے کا کانٹا - یہاں نقدی مراد ہے -

اس گلی میں جو کچھ دیا یا لیا سب ٹھیک ہے - ہم نے (اس لین دین میں) نہ کسی چیز کو ترازو پر رکھ کر تولا، نہ کسوٹی پر کھوٹے اور کھرے کی جانچ کی -

خلوت انس نظیری نہ بود روزئے ما
حلقہ بر در دل در شب تارے نزدیم

خلوت - تنہائی - روزی - نصیبہ -

اے نظیری! محبت کی تنہائی ہمارے نصیب میں نہیں ہو سکتی - کیونکہ ہم نے کسی اندھیری رات کو دل کے دروازے کی زنجیر نہیں ہلائی - (ہمیں کسی رات بھی حضوری قلب حاصل نہیں ہوئی) -

(۲۳)

از ما حذر کہ دست ز آداب شستہ ایم
شرم از دل و زباں بمئے ناب شستہ ایم

دست از چیزے شستن - کسی چیز سے ہاتھ دھونا، ترک کرنا -

ہم سے ڈر! کیونکہ ہم نے آداب کو چھوڑ دیا ہے - اور دل کو شرم سے اور زبان کو خالص شراب سے دھو لیا ہے -

از یک حدیث لطف کہ آں ہم دروغ بود

امشب ز دفتر گلہ صد باب شستہ ایم

مہربانی کی ایک ہی بات سے (اگرچہ وہ بھی جھوٹی تھی) ہم نے آج رات شکایت کے دفتر سے سینکڑوں باب دھو ڈالے ہیں۔ مطلب معشوق کی جدائی میں ہمارا دل طرح طرح کی شکایتوں سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن وصل کی رات اس معشوق نے ذرا مسکرا کر بات کی۔ اور سارے گلے شکوے دور ہو گئے۔

امروز آب دیدہ ندارد اثر کہ دوش
تلخی گریہ را بہ شکر خواب شستہ ایم

آب دیدہ۔ آنسو مراد ہیں۔ شکر خواب۔ میٹھی نیند۔

آج ہمارے آنسوؤں میں کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ کل رات ہم نے اپنے رونے کی تلخی کو میٹھی نیند سے دھو لیا ہے۔

از رنگ و بوئے گریۂ ما دور دامنت
صد آرزوئے کشتہ دریں آب شستہ ایم

تیرا دامن ہمارے گریہ کے رنگ و بو سے دور ہے۔ ہم نے اس گریہ کے پانی میں سینکڑوں مری ہوئی آرزوؤں کو دھویا ہے۔

از عیش ما مپرس نظیری خبر کہ ما
چوں خضر لب ز چشمۂ نایاب شستہ ایم

اے نظیری! ہمارے عیش کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ کیونکہ ہم نے خضر کی طرح لبوں کو نایاب چشمے (آبحیات) کے پانی سے دھویا ہے۔

(۲۴)

ہمے گر دید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

رشتۂ معنی کوتاہ نہیں ہوتا تھا (ختم ہونے کو نہیں آتا تھا) اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حکایت (سرگزشت عشق) بہت طویل تھی اس لئے میں نے اس کو خاموشی سے ادا کیا ؎

سناؤں تو نہیں رنج والم کا اپنے افسانہ   مگر کچھ اندلیشے انتہا معلوم ہوتی ہے

بہ لذت بود گر لخت جگر گر پارۂ دل بود
نمک را رفت از سخن تا با تکلف آشنا کردم

خواہ جگر کا ٹکڑا تھا خواہ دل کا ٹکڑا تھا۔ لذیذ تھا۔ جب سے ہم نے اس کو تکلف سے آشنا کیا ہے۔ بات کی لذت ہی جاتی رہی ہے۔

دریں دکان کاسد صد ہنر میدانم و ہیچست
بمس محتاجم اکنوں گرچہ مس را کیمیا کردم

میں اس سرد دکان (دنیا) میں سینکڑوں ہنر (کمالات) رکھتا ہوں لیکن سب ہیچ ہیں۔ اب میں تانبے کا محتاج (ادنیٰ لوگوں کا دست نگر) ہوں حالانکہ پہلے میں نے تانبے کو کیمیا کر دیا تھا۔

خدنگ جعبۂ توفیق امشب در کمانم بود
غزالم در نظر بسیار خوب آمد خطا کردم

خدنگ۔ تیر۔ جعبہ۔ ترکش، تیردان۔ توفیق۔ مدد الٰہی۔ غزال۔ ہرن

آج رات مدد الٰہی کے ترکش کا تیر میری کمان میں تھا۔ ایک بہت خوبصورت ہرن میرے سامنے آیا۔ لیکن میں نے نشانہ خطا کر دیا۔ مطلب۔ میں اس ہرن کے حسن کا فریفتہ ہو گیا اور تیر کے خیال کو ذہن سے نکال دیا۔

شہادت را عوض فردوس جاناں داد در محشر
دیت خود نیست خونم را غلط کردم بہا کردم

دِیت۔ خوں بہا۔ وہ رقم جو خون کے عوض مقتول کے وارثوں کو دی جائے۔
قیامت کے دن شہادت کے عوض مجھے معشوق (ذات باری) نے جنت عطا کی۔ میرے خون کا کچھ بھی خونبہا نہیں ہے۔ اگر میں نے اپنے خون کی قیمت بتائی ہے تو میں نے سخت غلطی کی ہے ؎

شہیدانِ وفا کا خونبہا کیا

لبم جوشِ انا الحق داشت چشم گریۂ گرمی
شکایت بود بر لب یاد او کردم دعا کردم

میرے لبوں پر انا الحق (میں خدا ہوں) کا جوش تھا۔ آنکھوں میں گریہ کی گرمی تھی اور لبوں پر شکایت تھی۔ مگر جونہی وہ یاد آیا تو دعا دینے لگا۔

گرہ نیکو نمی زیبد آں ابروئے زیبا را
اگر افسونِ او کز سحر بابل بود، وا کردم

افسون۔ جادو۔ سحرِ بابل۔ بابل ایک قدیم شہر جو نمرود کا پایۂ تخت تھا۔ کہتے ہیں کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لیے آئے لیکن ایک رنڈی زہرہ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئے۔ سزا کے طور پر قدرت

الٰہی سے ان کو بابل کے ایک کنوئیں میں سرنگوں لٹکایا گیا - بابل کا جادو بہت مشہور ہے
اُن خوبصورت ابروؤں پر گرہ اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی - مگر میں نے اس
(ابرو) کے جادو کو جو سحر بابل کے مانند تھا - کھول دیا - (میں نے ان ابروؤں کا بوسہ
لے کر اس کی ناراضگی کو دور کر دیا -

بہر کارے کہ نیت ہمی کماری نصرت از حق جو
کہ بر کنجشک دام افگندم و صید ہما کردم

نیت گماشتن - ارادہ کرنا - نصرت - مدد، فتح - کنجشک - چڑیا -
ہما - ایک فرضی پرندہ، جو بہت مبارک خیال کیا جاتا ہے - کہتے ہیں جس کے سر پر
سے گزر جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے -
جس کام کا تو ارادہ کرتا ہے - خدا سے مدد مانگ - کیونکہ میں نے چڑیا
پر جال ڈالا تو ہما کو شکار کیا -

ز کوئے یار چوں بو درہم و آشفتہ مے آمد
نظیری گشت صد گلزار امروز از صبا کردم

اے نظیری! آج جبکہ دوست کے کوچے سے پریشان اور آشفتہ خوشبو آ
رہی تھی تو میں نے صبح کی ہوا سے سینکڑوں گلزاروں کو تر و تازہ کر دیا -

(۲۵)

من روز رہِ خانۂ خمار ندانم   مستی و طرب جز لبِ شب تار ندانم

خمار - مے فروش - تار - تاریک -
میں دن کے وقت مے فروش کے گھر کا راستہ نہیں جانتا اور مستی اور خوشی

اندھیری رات کے سوا نہیں کرتا۔

مست آمدم و مست ازیں مرحلہ رفتم　　من قافلہ و قافلہ سالار ندانم

مرحلہ۔ منزل۔ قافلہ سالار۔ قافلے کا سردار، میرِ کارواں۔

میں مستی کی حالت میں آیا اور مست ہی اس منزل سے چلا گیا۔ میں قافلہ اور قافلہ کے سردار کو نہیں جانتا۔

پیداست کہ بر کشتیٔ صد پارہ سوارم　　پایاں و سرِ ایں قلزمِ خونخوار ندانم

ظاہر ہے کہ میں ایک سو ٹکڑے والی کشتی پر سوار ہوں۔ اور اس خونخوار سمندر کے آغاز اور انجام کو نہیں جانتا ہوں ؎

شب تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں حائل　　کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحل ہا

نے کسبِ کمالے شد و نے طیِّ مقامے　　از راہ بجز جنبشِ رفتار ندانم

نہ کوئی کمال حاصل ہوا اور نہ کوئی منزل طے ہوئی۔ میں راستہ کی جنبش و رفتار کے سوا کچھ نہیں جانتا ہوں۔

چوں کودکِ پُر خشم بود گریہ حدیثم　　صد عرضِ ہوس دارم و گفتار ندانم

کودک۔ بچہ۔ پُر خشم۔ غضب ناک۔ حدیث۔ بات، کلام۔

میرا کلام ایک غضبناک بچے کی طرح محض روتا ہے میں سینکڑوں خواہشات پیش کرتا ہوں مگر گفتگو کو نہیں جانتا۔

خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

محرم بصفیرِ قفس و دامِ گذشت است　　من زمزمہ در خورِ گلزار ندانم

صفیر۔ پرندے کی آواز۔ قفس۔ پنجرہ۔ زمزمہ۔ راگ۔ در خور۔ لائق

میری تمام عمر پنجرے اور جال میں روتے ہوئے گزر گئی۔ میں کوئی ایسا راگ نہیں جانتا جو باغ میں گائے جانے کے لائق ہو۔

در سردیٔ ہنگامہ ہمیں کام فروشم — من گرمی و تیزیٔ بازار ندانم

سردیٔ ہنگامہ۔ سرد بازاری، بازار نرم پڑنا۔

میں سرد بازاری کے باوجود اپنا سودا بیچ رہا ہوں۔ میں بازار کی گرمی و تیزی کو نہیں جانتا (اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ نرخ چڑھے ہوئے ہیں - یا گرے ہوئے۔ مجھے اپنے کاروبار سے غرض ہے)۔

خاموش ز غوغا کہ دریں باغ نظیریؔ — یک نغمہ بصد شاخ سزاوار ندانم

اے نظیریؔ! شور و غوغا بند کر۔ کیونکہ میں اس باغ میں ایک نغمہ بھی ایسا نہیں جانتا جو سو شاخوں کے لائق ہو۔

(۲۶)

درِ دشمن زنم و دوستی اظہار کنم
دستِ دل گیرم و دریوزۂ دلدار کنم

دَریوزہ کردن۔ بھیک مانگنا۔ گداگری کرنا۔

میں دشمن کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں اور دوستی کا اظہار کرتا ہوں۔ میں دل کا ہاتھ پکڑتا ہوں اور محبوب کے دروازے پر گداگری کرتا ہوں۔

نالۂ نغمہ سرایانِ چمن بے اثر است
رَوِشِ دامِ زمرغانِ گرفتار کنم

باغ کے چہچہانے والوں کی نالہ وزاری بے اثر ہے اس لئے میں گرفتار

شدہ پرندوں سے نالہ وزاری کا طریقہ قرض لیتا ہوں ؎

بزیرِ شاخِ گل افعی گزیدہ بلبل را   نواگرانِ نخوردہ گزند را چہ خبر

دلم از زمزمۂ طرفِ چمن نکشاید
گوش بر قہقہۂ دامنِ کہسار کنم

میرا دل اس زمزمے سے، جو باغ کی طرف سے آتا ہے۔ خوش نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے دامنِ کہسار کے قہقہہ پر کان لگائے ہوئے ہیں۔

رشتہ را ایں صنماں حبلِ متیں میسازند
تارم از سبحہ برآید کہ زنار کنم

حبلِ متیں۔ مضبوط رسی۔ سبحہ۔ تسبیح۔

یہ بت (معشوق) دھاگے (رشتۂ عشق) کو مضبوط رسی بنا دیتے ہیں۔ میرے دھاگے کو تسبیح سے نکالو تاکہ میں اسے زنار بناؤں۔

ترسم از رشک درِ میکدہ ہا در بندند
گر از آں شیشہ کہ مے خوردہ ام اقرار کنم

جس شیشہ سے میں نے شراب پی ہے اگر میں اس کا اقرار کروں تو میں ڈرتا ہوں کہ رشک کی وجہ سے (حریفانِ بادہ نوش) مجھ پر شرابخانوں کے دروازے بند نہ کردیں۔

نیست در خشک و ترِ بیشۂ من کوتاہی
چوب ہر نخل کہ منبر نشود، دار کنم

بیشہ۔ جنگل۔ چوب۔ لکڑی۔ دار۔ سُولی۔

میرے جنگل کے خشک و تر میں کوئی کوتاہی نہیں۔ (یعنی دونوں برابر ہیں)
جس درخت کی لکڑی سے منبر نہیں بنتا میں اس سے سولی بنا لیتا ہوں۔

میگساراں ہمہ خفتند و نظیری در شور
داروئے بیہشی نیست کہ در کار کنم

سب شراب نوش سو گئے ہیں لیکن نظیری شور کر رہا ہے۔ بیہوشی کی کوئی ایسی دوا نہیں ہے جسے میں استعمال کر سکوں۔

(۲۷)

مبیں بعیب و قبولم کہ نیک خواہ تو ام
اگر بدِ دو جہانم کہ در پناہ تو ام

عیب و قبول۔ نیکی و بدی۔ اچھائی برائی۔
تو میری نیکیوں اور برائیوں کو نہ دیکھ کیونکہ میں تیرا خیر خواہ ہوں۔
اگرچہ میں دونوں جہان کا برا ہوں پھر بھی تیری پناہ میں ہوں۔

مپوش چشم ز حالم کہ از پریشانی
ز دیدۂ تو گریزاں تر از نگاہ تو ام

تو میرے حال سے چشم پوشی نہ کر۔ کیونکہ پریشانی کے سبب میں تیری آنکھوں سے تیری نگاہ سے بھی زیادہ بھاگتا ہوں۔

بگردِ کوئے تو گردم نسیم در گاہم
بہیچ در نہ نشینم کہ خاکِ راہ تو ام

میں تیرے کوچے کے گرد گھومتا ہوں (گویا) تیری درگاہ کی نسیم ہوں میں

کسی دوسرے کے دروازے پر نہیں بیٹھنا کیونکہ میں تیری گلی کی خاک ہوں۔

ہزار زخمِ ستم خوردہ ام رسیدہ بتو
نماندہ قوتِ رفتن ز صید گاہ تو ام

میں نے ہزاروں زخمِ ستم کھائے ہیں۔ اور پھر تیرے پاس پہنچا ہوں اب مجھ میں تیری شکارگاہ سے جانے کی طاقت نہیں رہی۔

صُور نگارِ صد افسانۂ پریشانم
کہ در سوادِ شبِ طرۂ سیاہ تو ام

صُور نگار۔ صور جمع ہے صورت کی۔ مصوّر۔ سواد۔ سیاہی۔
میں سینکڑوں پریشان افسانوں کا مصوّر ہوں۔ کیونکہ تیری سیاہ زلفوں کی رات کی سیاہی میں ہوں۔

کجاست ہجر کز و انتقامِ خویش کنم
کہ در حمایتِ مژگانِ کینہ خواہِ تو ام

انتقام۔ بدلہ۔ کینہ خواہ۔ دشمن۔
جدائی کہاں ہے۔ کہ میں اس سے اپنا انتقام لوں۔ کیونکہ اب میں تیری انتقام لینے والی پلکوں کی حمایت میں ہوں۔

نظیریؔ از کہ گذشتی دگر کرا دیدی
کہ باز سوختۂ شعلہ ہائے آہِ تو ام

نظیریؔ! تو کس کے پاس سے گزرا ہے اور تو نے پھر کس کو دیکھ لیا ہے کہ میں پھر تیری آہ کے شعلوں کا جلایا ہوا ہوں۔

(۲۸)

سوزن بدل از بخیہ و پیوند شکستیم
از بے ہنری دستِ ہنرمند شکستیم

ہم نے (دلِ صد چاک) کے بخیہ و پیوند کے وقت سوئی دل میں توڑ دی، اور بے ہنری کی وجہ سے ہنرمند کے ہاتھ کو توڑ دیا۔ **مطلب** ۔ دل کے زخم سینے کی کوشش میں سوئی بھی ٹوٹ کر زخم کے اندر رہ گئی ۔ اور یہ میری ناتجربہ کاری کا ہے ؎

دیدنش بر حسرتِ من حسرت دیگر فزود
خواستم پیکاں بر آرم در جگر نشتر شکست

در عشق بکامے نرسیدیم کہ بسیار
عہد پدر و خاطرِ فرزند شکستیم

ہم عشق میں اپنی مراد حاصل نہ کر سکے کیونکہ ہم نے کئی مرتبہ باپ کے وعدے اور بیٹے کے دل کو توڑا ۔

از بہر نہالے کہ نشاندیم بخاطر
بس شاخ و برِ نخل برومند شکستیم

نہال ۔ درخت، پودا ۔ بر ۔ پھل ۔ برومند ۔ بارور، پھلدار ۔

اس پودے کی خاطر جو ہم نے اپنے دل میں لگایا ۔ ہم نے بہت سے بارور درختوں کی شاخیں اور پھل توڑ دیئے ۔

ما حلقہ بگوشِ سخنِ عشق و جنونیم
در حقہ نسیاں گہرِ پند شکستیم

حلقہ بگوش - غلام - حقہ - ڈبیا - نسیاں - بھول -

ہم عشق اور جنوں کے کلام کے غلام (دلدادہ) ہیں - ہم نے نصیحت کے
موتیوں کو بھول کی ڈبیہ میں توڑ دیا ہے ؎
ناصح است کر نصیحت کیوں ہمیں سمجھائے ہے   نیک و بد سوجھے نہیں جب دل کہیں لگ جائے ہے

امروز نشد نقل عزیزاں گلۂ ما
صد بار من و تو بہم ایں قند شکستیم

آج ہماری بات دوستوں کے لئے نقل نہیں ہوئی - میں نے اور تم نے سو مرتبہ
مل کر اس شکر کو توڑا ہے ؎
چہ خوش است با دو یک دل سر حرف باز کردن   سخن گزشتنہ گفتن گلہ را دراز کردن
اثر عتاب بردن ز دل ہم اندک اندک   بہ بدیہہ آفریدن بہ بہانہ ساز کردن

ہر گاہ شنیدیم ز اخلاص حدیثے
طرفِ کلہے پیش خداوند شکستیم

جب کبھی ہم نے اخلاص کی کوئی بات سنی تو ہم نے ٹوپی کے کنارے کو
معشوق کے سامنے توڑ دیا - (خداوند بمعنی آقا، مراد معشوق - طرفِ کلہ شکستن
سے اظہار ناراضگی مراد ہے - مطلب یہ کہ جب کبھی ہم معشوق سے اخلاص کا تذکرہ
سنتے ہیں تو اس کے سامنے اظہار ناراضگی کرتے ہیں - کیونکہ اس میں اخلاص و محبت
نہیں ہے اور ہم اسے اخلاص و محبت پر مائل کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں)

تا روز مکیدیم سر انگشت حلاوت
زاں قند کہ امشب ز شکر خند شکستیم

مکیدن - چوسنا - شکر خند - میٹھی ہنسی - مسکراہٹ -
ہم دن نکلنے تک حلاوت کی انگلیوں کو چوستے رہے۔ اس قند میں سے
جو ہم نے آج رات معشوق کی میٹھی میٹھی ہنسی سے حاصل کی تھی -

گفتیم بشادی مشو آلودہ نظیری
لب خوش نشد از خندہ و سوگند شکستیم

اے نظیری! ہم نے کہہ دیا ہے۔ کہ خوشی سے آلودہ نہ ہو - کیونکہ ہم نے قسم
توڑ دی ہے اور ہمارے لب ہنسی سے خوش نہیں ہوئے -

(۲۹)

شب در بتخانۂ را با دو چشم تر زدم
کعبہ در لبیک آمد حلقۂ تا بر در زدم

حلقۂ در زدن - دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا -

رات میں نے اپنی دونوں تر آنکھوں سے ایک بتخانہ کے دروازے کو بوسہ
دیا۔ جب میں نے بت خانہ کے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی تو کعبہ نے لبیک کہی۔
دیر و کعبہ کی حقیقت اے برہمن ہم سے پوچھ　　ہیں تو دو رستے مگر دونوں کی منزل ایک ہے

ہمچو مرغ تیز پر رفتم بہ سوئے آفتاب
آنقدر کز گرمیش آتش ببال و پر زدم

میں تیز اڑنے والے پرندے کی مانند آفتاب کی طرف چلا - ایسی تیزی کے
ساتھ جس کی گرمی سے میرے بال و پر آگ لگ گئی -

ظرف من سر بستہ بود و سیل گریہ تند رو

پُر نشد پیمانہ ام ہر چند در کوثر زدم

میرے بدن کا منہ بند تھا اور میرے آنسوؤں کا طوفان تیز رو تھا۔ میں نے ہر چند پیمانہ کو کوثر میں ڈالا۔ لیکن میرا پیمانہ نہ بھرا۔

داشتم با صاحب منزل رہ گستاخیٔ
نکتہ بر واعظ بگفتم، نعرہ بر منبر زدم

چونکہ صاحب منزل کے ساتھ میں گستاخی سے پیش آتا تھا۔ اس لئے میں نے واعظ پر نکتہ چینی کی اور منبر پر چڑھ کر نعرہ لگایا۔

فیض صحبت تا سحر نگسست از دنبال ہم
تا کواکب سبحہ گرداند من ساغر زدم

گُسستن۔ ٹوٹنا۔ دُنبال۔ پیچھا۔ کواکب۔ کوکب کی جمع ستارے ساغر زدن۔ شراب پینا۔

جب تک ستارے تسبیح پھیرتے رہے (چمکتے رہے) میں شرابنوشی میں مصروف رہا۔ اور صحبت کا فیض صبح ہونے تک کبھی نہ ٹوٹا۔

داشت بر زنگارِ دل اندوہِ حرماں خاطرے
صیقلِ آئینہ را در پیش روشن گر زدم

اندوہ۔ غم۔ حرماں۔ محرومی۔ صیقل۔ قلعی۔ روشن گر۔ قلعی گر۔

دل کے زنگار (کدورت) پر محرومی کا غم اور بوجھ بنا ہوا تھا۔ میں نے آئینہ کے صیقل کو قلعی گر کے سامنے لا کر ڈال دیا۔

شمع محفل خفتہ بود و شوق صحبت فتنہ بود

آتش افگندم بہ مجلس بال بر مجمر زدم

آتش افگندن - آگ لگانا - مجمر - انگیٹھی -

شمع محفل سوئی ہوئی (بجھی ہوئی) تھی - اور صحبت و ہمنشینی کا شوق دل سے نکل چکا تھا - میں نے محفل میں آگ لگا دی اور بازو انگیٹھی پر رکھ دیئے -

ہمچو خورشید آتش دل بیشتر شد موجزن

آب ہر چند از نم مژگاں برآں اخگر زدم

نم مژگاں - پلکوں کی نمی، آنسو - اخگر - کوئلہ - انگارہ - مراد دل -

میں نے ہر چند پلکوں کا پانی اس انگارے (دل) پر ڈالا - لیکن پھر بھی دل کی آگ سورج کی گرمی کی وجہ سے بڑھتی ہی جا رہی تھی - مطلب - اگرچہ میں نے رو رو کر اپنی آتش دل کو فرو کرنے کی بہت کوشش کی لیکن بیسود ؎

جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھایا اشکوں نے

جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

در رہ قاتل نظیری را فگندم غرق خون

آتشے آوردم و در عرصۂ محشر زدم

آتش زدن - آگ لگانا - عرصہ - میدان -

میں نے نظیری کو خون میں لتھڑا ہوا قاتل کی راہ میں چھوڑ دیا - میں نے ایک آگ نکالی اور قیامت کے میدان میں لگا دی - (نظیری کا قاتل کے راستے میں آلودہ بخوں ہونا قیامت برپا ہونے کے مترادف ہے)۔

---

(۳۰)

ما برق جائے نورِ بکاشانہ بُردہ ایم
آتش بپاسبانیٔ پروانہ بُردہ ایم

ہم نور کی جگہ بجلی کو اپنے گھر میں لے گئے ہیں۔ اور آگ کو پروانہ کی پاسبانی کے لئے لے گئے ہیں ؎

عشق کو غارت گرِ کاشانہ کر　　برق سے روشن چراغ خانہ کر

بگرفتہ خواب دیدۂ بخت و امید را
از بس ز وعدہ ہائے تو افسانہ بردہ ایم

نیند نے بخت اور امید کی آنکھوں کو بند کر دیا ہے۔ ہم نے تیرے بہت سے وعدوں کو افسانہ سمجھا ہے۔ مطلب۔ ہم تیرے وعدوں پر اعتبار کر کے رات بھر محو انتظار رہے لیکن تم نہ آئے۔ آخر ہم سمجھ گئے کہ تمہارے وعدے محض افسانے ہیں جن میں ذرّہ بھر بھی صداقت نہیں۔

با ما اگر خدائے کند دشمنی بجاست
از آشنا پناہ بہ بیگانہ بُردہ ایم

اگر خدا بھی ہم سے دشمنی کرے تو بجا ہے کیونکہ ہم آشنا کو چھوڑ کر بیگانہ کے پاس پناہ لے گئے ہیں ؎

من از بیگانگاں ہر گز نہ نالم　　کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ایں گوشمال در خورِ ماہست از فراق
دامِ جدائیٔ تو دلیرانہ بُردہ ایم

گوشمال - سزا، تنبیہ - درخور - لائق، سزاوار۔
جدائی کی یہ سزا بالکل ہمارے لائق ہے کیونکہ ہم نے تیری جدائی کا نام
نہایت دلیری کے ساتھ لیا ہے۔ (تیری جدائی کو مردانہ وار برداشت کرنے کا
عزم مصمّم کرلیا ہے۔

ہستیم آنچنانکہ بقصدِ ہلاکِ خویش
خنجر بخصم و سنگ بہ دیوانہ بردہ ایم

ہم ایسے ہو گئے کہ اپنی ہلاکت کے لئے دشمن کے پاس خنجر اور دیوانے
کے پاس پتھر لے گئے ہیں۔

از سایۂ خودیم رماں رمیدگاں
کز کنج خانہ گنج بویرانہ بردہ ایم

رَماں - رمیدن مصدر سے اسم فاعل، بھاگنے والا - رمیدگان - جمع ہے
رمیدہ کی، بھاگے ہوئے - بدکے ہوئے۔
ہم بدکنے والے اپنے ہی سائے سے بدکتے ہیں۔ کیونکہ ہم خزانے کو
گھر کے کونے سے ویرانے میں لے گئے ہیں۔

حرفے بگو بپرس نظیریؔ چہ محرمیست
حسرت بر آشنائی بیگانہ بُردہ ایم

محرمی - راز - حرف - راز -
اے نظیریؔ! کوئی بات کہہ اور پوچھ! کہ یہ کیا راز ہے کہ ہم نے غیروں
کی آشنائی کی حسرت ظاہر کی ہے۔

(۱۳)

چند در دل آرزو را خاکِ غم بر سر کنم
آتشے را تا بکے در زیر خاکستر کنم

میں کب تک دل میں آرزو کے سر پر غم کی خاک ڈالتا رہوں۔ اور میں کب تک آگ کو راکھ کے نیچے دباتا رہوں۔ مطلب۔ میں کب تک اپنی آرزوؤں کے خون پر دل ہی دل میں جلتا رہوں۔ اور کب تک آتشِ حسرت کو دل میں دبائے رہوں۔ اب مجھ میں مزید صبر و ضبط کی طاقت نہیں رہی ؎

اب تو خدارا حسرتِ دل کا کرو خیال   اب تو یہ آگ دل میں چھپائی نہ جائیگی

چند بینم خواری و در سینہ دزدم تیرِ آہ
شعلہ را تا کے نگہبانی ببال و پر کنم

خواری۔ ذلت۔ دُزدیدن۔ چرانا، مراد چھپانا۔

میں کب تک ذلت و رسوائی برداشت کروں اور آہ کے تیر کو دل میں چھپائے رکھوں۔ اور میں کب تک شعلے کے بال و پر کی نگہبانی کروں (شعلہ سے آہ مراد ہے یعنی میں کب تک اس آہ کو بلند ہونے سے روکوں)۔

زاریم گویا اثر دارد کہ امشب بر درش
نالۂ ناکردہ خواہم نالۂ دیگر کنم

شاید میری گریہ وزاری میں اثر پیدا ہوگیا ہے کیونکہ آج رات میں اس کے دروازے پر ایک نالہ ختم کئے بغیر دوسرا نالہ کرنا چاہتا ہوں ؎

ہم نہ کہتے تھے کہ رونا رنگ لائیگا ضرور   گریۂ حسرت پہ آخر ان کو پیار آ ہی گیا

تا نہ بینم زہرِ چشمے را نمے یابم حیات
گر بآبِ خضر کامِ زندگانی تر کنم

آبِ خضر۔ آبِ حیات مراد ہے۔
اگرچہ میں آبحیات کے ساتھ اپنی زندگی کے حلق کو تر کروں (آبحیات
پی لوں)، لیکن جب تک میں معشوق کی آنکھوں کا زہر (خشم آلود نگاہیں) نہ دیکھ
لوں۔ اس وقت تک میں زندگی نہیں پاتا (عاشق کے لئے معشوق کی آنکھ کا زہر
آبِ حیات سے بدرجہا بہتر ہے)۔

باوجود ناامیدی بسکہ مشتاقِ توام
مدعی گر مژدۂ وصلم دہد باور کنم

میں ناامیدی کے باوجود تیرا اس قدر مشتاق ہوں کہ اگر مدعی (رقیب)
مجھے وصل کی خوشخبری دے تو میں یقین کر لیتا ہوں۔ رازتیؔ سے
ہمیشہ زخم کشِ تیغ انتظار رہے — غضب ہے پھر بھی ہمیں تیرا اعتبار رہے

گر جز از خاکِ سرِ کوئے تو خیزم روزِ حشر
خاکِ صحرائے قیامت را ہمہ بر سر کنم

اگر میں قیامت کے دن تیرے کوچے کی خاک کے علاوہ کسی اور جگہ سے اٹھوں
تو صحرائے قیامت کی ساری خاک اپنے سر پر ڈالونگا۔ (میں تیرے ہی کوچے میں
پیوندِ زمین ہونگا اور قیامت کے دن یہیں سے اٹھونگا)۔

عالمے امروز بر حالِ نظیریؔ خوں گریست
وائے گر فردا چنیں جا در صفِ محشر کنم

آج ایک زمانہ نظیری کے حال پر خون کے آنسو رویا۔ اگر کل محشر کے دن بھی مجھے ایسی ہی جگہ ملی تو بہت افسوس ہوگا۔ (یعنی دنیا میں تو بدحالی میں بسر ہوئی۔ اگر عاقبت بھی بخیر نہ ہوئی تو افسوس ہوگا)۔

(۳۲)

زیں غم نہ گریہ آمد و نے نالہ بر کشم
سخت ست حال مشکل اگر نا سحر کشم

اس غم سے نہ رونا آتا ہے نہ ہی میں نالہ کھینچ سکتا ہوں۔ بہت مشکل حالت ہے امید نہیں کہ میں صبح تک زندہ رہ سکوں ؎

خدا جانے غم الفت کا اب انجام کیا ہوگا — نہ آنسو ہی نکلتے ہیں نہ نالہ لب پہ آتا ہے

غائب نہ گشتہ از نظر از پا در آمدم
من آں نیم کہ رنج فراق و سفر کشم

از پا درآمدن۔ گر پڑنا۔

ابھی وہ (معشوق) میری نگاہوں سے غائب نہیں ہوا تھا کہ میں (بیہوش ہوکر گر پڑا۔ میں وہ نہیں (مجھ میں اتنی طاقت نہیں) کہ جدائی اور سفر کی تکلیفوں کو برداشت کرسکوں ؎

تڑا بالیں سے اُٹھنا اور مرا بیہوش ہو جانا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز — پھر ترا وقت سفر یاد آیا

آں بلبل ندیدہ بہارم کہ انتظار
در آشیاں نہ کوہتی بال و پر کشم

میں وہ بلبل ہوں جس نے کبھی بہار نہیں دیکھی، اور بال و پر کی کوتاہی کی وجہ سے گھونسلے ہی میں (بہار کے) انتظار کی تکالیف برداشت کر رہا ہوں (اگر بال و پر میں طاقت پرواز ہوتی تو اڑکر گھونسلے سے باہر نکلتا اور بہار کا لطف اٹھاتا۔

بد خوئے خانہ زادم و مفرور خدمتم
معذورم ار ز امرِ تو یک بار سر کشم

خانہ زاد۔ غلام۔ مفرور۔ بھاگا ہوا۔ سرکشیدن۔ سرکشی کرنا۔
میں ایک بد خو غلام ہوں اور خدمت سے بھاگا ہوا ہوں۔ پس اگر میں ایک بار تیرے حکم سے سرکشی کروں تو میں مجبور ہوں۔

پیدا شود کہ ہرچہ مرا ہست از آن تست
فردا کہ رخت خویش ازیں کو بدر کشم

رخت۔ سامان۔ بدرکشیدن۔ باہر نکالنا۔
کل جبکہ میں اپنا سامان اس کوچے (دنیا) سے باہر لے جاؤنگا (یعنی اس دنیا سے رحلت کرونگا)۔ تو ظاہر ہو جائیگا کہ (اس جہان میں) میرا جو کچھ بھی ہے وہ (درحقیقت) تیرا ہے۔ (انسان دنیا میں خالی ہاتھ آیا ہے اور یہاں سے خالی ہاتھ ہی جائے گا)۔

ما و سفالِ آں سگِ کو زانکہ ایں شراب
مستی نمی دہد چو ز جامِ دگر کشم

سفال۔ مٹی کا پیالہ۔ شراب کشیدن۔ شراب پینا۔

ہم ہیں اور اس (معشوق) کی گلی کے کتّے کا پیالہ ہے۔ کیونکہ اگر میں کسی دُوسرے پیالے میں پیتا ہوں تو یہ شراب نشہ نہیں دیتی۔

چنداں مروز ہوش نظیرؔی بروزِ وصل
کیں جان بے بہاش بہ پیش نظر کشم

از ہوش رفتن۔ بیہوش ہو جانا۔ بے بہا۔ بیش قیمت۔

اے نظیری! وصل کے دن اتنا بیہوش نہ ہو۔ کیونکہ میں اس قیمتی جان کو اس (معشوق) کے سامنے نذر گزرانوں گا۔

(۳۳)

امروز پیش از غمِ خود دم نمی زنم
فارغ نشیں کہ بزم تو برہم نمی زنم

دم زدن۔ دم مارنا۔ بولنا۔ فارغ۔ بے فکر۔ برہم زدن۔ پریشان کرنا

آج میں تیرے سامنے اپنا غم بیان نہیں کرتا۔ تو بے فکر اور مطمئن ہو کر بیٹھ کیونکہ میں تیری محفل کو پریشان نہیں کرونگا۔

افشاندم بہرِ دلِ شادی ھزار کمّ
غیر از دوشش بہ باختنِ غم نمی زنم

کمّ۔ آستین۔ باختن۔ ہارنا۔

میں نے خوشی حاصل کرنے کے لئے ہزاروں آستینیں جھاڑیں (مگر خوشی حاصل نہ ہو سکی) اب میں غم کو ہارنے (دور کرنے) کے لئے اس (محبوب) کے کندھے کے سوا اور کسی کے کندھے کو نہیں ہلاتا۔

نازم بریں شرف کہ غلام محبتم
لاف نسب ز نسبت آدم نمی زنم

مجھے اس بزرگی اور شرف پر ناز ہے کہ میں محبت کا غلام ہوں۔ اور حضرت آدم کے رشتۂ نسب کی وجہ سے شیخی نہیں مارتا ہوں

کتاب ہفت ملت گر بخواندی آدمی عامی ست
نخواند تا ز جزو آشنائی داستانے را

سدرہ سوارِ ہمتم از این و آں گذشت
با آنکہ تازیانہ بر ادہم نمے زنم

سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے۔ جو حضرت جبرئیل کا مقام ہے تازیانہ۔ کوڑا۔ ادہم۔ گھوڑا۔

میری سدرہ سوار (بلند) ہمت این و آں سے گزر گئی۔ باوجودیکہ میں گھوڑے کو تازیانہ نہیں لگاتا ہوں

گو بظاہر رہ نشینانیم و بے بال و پریم
مرکب ہمت بدالضوب فلک تازیم ما

مے سازم ار چہ دستِ دغا پیش مے کند
مے بازم ار چہ نقش وفا کم نمی زنم

اگرچہ وہ دھوکے کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ میں اس کے ساتھ نباہ کر رہا ہوں

اگرچہ میں وفا کی بازی کھیلنے میں کمی نہیں کرتا لیکن پھر بھی ہار رہا ہوں

یہاں بدلا وفا کا بیوفائی کے سوا کیا ہے
محبت کر کے بھی دیکھا محبت میں بھی دھوکا ہے

امروز بہتر است نظیری جراحتم
آسودہ ام کہ دست بہ مرہم نمی زنم

جراحت - زخم - دست زدن - تمسّک کرنا -
اے نظیریؔ ! آج میرا زخم بہتر ہے - اور میں خوش ہوں کہ مرہم کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا - (یعنی اسباب کو چھوڑ کر مسبب پر توکّل کئے ہوئے ہوں) -

(۳۴)

ضبطِ حرفے میکنم کز وے زباں میسوزدم
شکوہ در دل گرہ دارم کہ جاں میسوزدم

میں ایک ایسی بات کو ضبط کرتا ہوں - جس سے میری زبان جلتی ہے -
ایک ایسی شکایت کی گرہ دل میں رکھتا ہوں جس سے میری جان جلتی ہے ؎
مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد دگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

پاس تن از دور مے دارد شبِ ہجر تو جاں
بسکہ از داغِ جدائی استخواں میسوزدم

تیری جدائی کی رات جان دور سے جسم کی حفاظت کرتی ہے کیونکہ جدائی کے داغ سے میری ہڈیاں بہت جل رہی ہیں - (اس لئے اب جسم میں جان کا رہنا ناممکن نظر آتا ہے) -

جائے شیون دود آہم از دہاں سر میزند
بسکہ از سوزِ دروں بر لب فغاں میسوزدم

شیون - گریہ وزاری - سر زدن - ظاہر ہونا - دروں - مراد دل -
دل کی جلن کی وجہ سے میرے لبوں پر فغاں جلتی ہے اور میرے منہ سے

نالہ وزاری کی جگہ آہوں کا دھواں اُٹھتا ہے۔

خواستم شمعے کہ از وَے خانہ ام روشن شود
وہ چہ دانستم کہ رختِ خانماں بیسوزدم

مجھے ایک ایسی شمع کی آرزو تھی جس سے میرا گھر روشن ہو جائے۔
افسوس! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ شمع میرے ہی گھر کے سامان کو جلا دیگی مطلب
محبت کرنے سے میرا مدعا یہ تھا کہ دل کی دنیا روشن ہو جائے لیکن معشوق کی
بے نیازی اور تغافل شعاری نے دل ہی کی تمناؤں کو جلا ڈالا۔

مہربانان زود تر بخشید خونم را با و
بیگناہم کشتہ و از بیم جاں بیسوزدم

اے مہربانو! میرا خون اس کو بہت جلد معاف کردو۔ کیونکہ میں بیگناہ
مارا گیا ہوں اور اسی خوف سے میں جل رہا ہوں۔ (کہ کہیں قیامت میں اس
سے میرے خون کے متعلق باز پرس نہ ہو)۔

کردہ ام از بیخودی آہے کہ از وے دُور باد
کردہ لب تبخالہ و دل تا زباں بیسوزدم

تبخالہ۔ چھالہ، آبلہ۔

میں نے بیخودی میں ایک آہ کی تھی۔ خدا کرے کہ وہ اس سے دُور رہے۔
اس آہ کی گرمی سے لب پڑ گئے ہیں اور میں دل سے زبان تک جل رہا ہوں۔

از کہ مے نالد نظیری باز مرغِ بام کیست
غیب گوئیہائے آں آتش بیاں بیسوزدم

نظیری کس کی وجہ سے روتا ہے؟ اور پھر یہ کس کی جھپٹ کا مرغ بن گیا ہے؟ اب اس آتش بیاں (نظیری) کی غیب گوئیاں مجھے جلا رہی ہیں۔

(۳۵)

خاک دیگر بر سر مژگان بے نم میکنم
دست دل می گیرم و دریوزہ غم میکنم

دَریوزہ کردن۔ بھیک مانگنا۔

میں اب اپنی بے آنسو پلکوں پر خاک ڈالتا ہوں۔ دل کا ہاتھ پکڑتا ہوں اور غم کی بھیک مانگتا ہوں۔

در تن از آسودگی خونابۂ دل تیرہ شد
مے شگافم سینہ و الماس مرہم میکنم

آسودگی۔ راحت۔ خونابہ۔ خالص خون۔ تیرہ۔ سیاہ۔

راحت کی وجہ سے دل کا خالص خون میرے جسم میں سیاہ ہو گیا ہے۔ میں اپنے سینے کو پھاڑتا ہوں۔ اور اس پر الماس کا مرہم لگاتا ہوں۔ (تا کہ خونِ دل سُرخ ہو جائے)۔

بیغم و بیغم زمن اے دردکاراں الحذر
مہر از افلاک و تاثیر از دعا کم میکنم

بیغم و بیغم۔ خواہ میں کتنا ہی بے غم ہوں۔ دردکار۔ دردمند۔

اے دردمندو! خواہ میں کتنا ہی بے غم ہوں، مجھ سے بچو۔ کیونکہ میں آسمان سے مہر و محبت اور دعا کے اثر کو کم کر دیتا ہوں۔

در دلِ بے لذتِ من یک سرِ مو درد نیست
از کدورت سور را با آنکہ ماتم میکنم

سُور۔ شادی، خوشی، جشن۔

میرے بے لذت دل میں ذرہ بھر بھی درد نہیں ہے۔ میں دل کی کدورت کی وجہ سے خوشی کو بھی ماتم بنا دیتا ہوں ؂
نہ کہیں عیش تمہارا ابھی منغض ہو جائے   دوستو درد کو محفل میں نہ تم یاد کرو

جز پریشانی نمے آرد دماغ از کارِ من
از سحر تا شب حسابِ زلفِ برہم میکنم

دماغ میرے کام سے پریشانی کے سوا اور کچھ نہیں لاتا (میری دماغی محنت اور کاوش کا نتیجہ پریشانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا) میں صبح سے شام تک زلف پریشاں کا حساب کرتا رہتا ہوں۔ مطلب۔ میرا دماغ معشوق کی پریشان زلفوں کے تصور میں ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔

سنگ را در دل گرہ شد گریہ از بیدردیم
خندہ از بے غیرتی بر اہلِ عالم میکنم

میری بیدردی کی وجہ سے گریہ پتھر کے دل میں گرہ بن، اب میں بے غیرتی کی وجہ سے اہلِ دنیا کی ہنسی اڑاتا ہوں۔ مطلب۔ میرا رونا پتھر پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن دنیا والے ایسے بے غیرت ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

وصل را خواہم نظیری طوق بر گردن نہاد
دستِ دل در گردنِ شوقے کیسے خم میکنم

اے نظیری! میں وصل کی گردن میں طوق ڈالتا ہوں اور دل کا ہاتھ کسی شوق کی گردن میں حمائل کرتا ہوں۔

(۳۶)

مے روم زیں کوے وا ز رشکِ محبت میروم
بسکہ با ما آشنا گشتی ز غیرت میروم

میں اس کوچے سے جاتا ہوں اور محبت کے رشک کی وجہ سے جاتا ہوں۔ (کیونکہ) تو مجھ سے بہت مانوس ہو گیا ہے۔ اس لئے غیرت کی وجہ سے جاتا ہوں۔
مطلب۔ عاشق یہ گوارا نہیں کرتا کہ محبوب کسی کے ساتھ زیادہ مانوس ہو خواہ وہ خود عاشق کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ مرزا غالب ؎

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

کرد شیریں اشک تلخم را شکر خندِ وداع
جیب و دامانے پُر از نقلِ محبت میروم

رخصت کے وقت (معشوق کی) مسکراہٹ نے میرے تلخ آنسوؤں کو شیریں بنا دیا۔ اب میں جیب و دامن کو محبت کے پھل سے بھر کر لئے جا رہا ہوں۔
مطلب۔ میں صدمۂ فراق کی وجہ سے رو رہا تھا۔ لیکن وقتِ وداع معشوق کی مسکراہٹ نے مجھے یقین دلا دیا کہ اس کے دل میں واقعی میری محبت ہے۔ اس سے میں مطمئن ہو گیا۔ کہ میرا جذبۂ عشق کامیاب ہے۔

نوحہ بر خود مے کند دیوار و در از رفتنم

می برم ذوق از جہاں از بس بحسرت میروم

میرے جانے سے دیوار و در بھی اپنے اوپر رو رہے ہیں۔ میں دنیا سے ذوق

وشوق لئے جا رہا ہوں اور بڑی حسرت کے ساتھ رخصت ہو رہا ہوں ؎

آئے ہے بیکسیٔ عشق پہ رونا غالب · کس کے گھر جائیگا سیلابِ بلا میرے بعد

حالتے دارم بایں خواری کہ از خاکِ درش

گر بجنت خواندم رضواں بمنت میروم

رضوان۔ داروغۂ جنّت۔ منّت۔ احسان۔

اس ذلّت کے باوجود میرا یہ حال ہے کہ اگر داروغۂ جنّت مجھے اس

کے دروازے کی خاک سے جنّت میں بلائے، تو میں احسان کے ساتھ جاؤنگا۔

مطلب۔ کوچۂ معشوق مجھے جنّت سے بھی زیادہ عزیز ہے ؎

نہ جاؤنگا کبھی جنّت میں مَیں نہ جاؤنگا اگر نہ ہوگا وہ نقشہ تمہارے گھر کا سا

از حجابِ رفتنِ بیجا نظیری از درش

بخیہ ہا بر دیدہ از اشکِ ندامت میروم

حجاب۔ شرم۔ بخیہ۔ سینا۔ ندامت۔ پشیمانی۔ شرم۔

اے نظیری! میں اس کے دروازے سے بیجا (بیفائدہ) چلے جانے کی

شرم سے آنکھوں پہ ندامت کے آنسوؤں سے بخیہ کئے جا رہا ہوں۔

(۳۷)

باز از جرمِ شکایت نا امید از رحمتم

گفتہ ام کفرے و اکنوں بد ترین امتم

میں پھر شکایت کے جرم کی وجہ سے رحمت سے ناامید ہوں۔ میں نے کفر کی بات کہی ہے اور اب اُمّت کا بدترین فرد ہوں۔ مطلب۔ عشق میں حرفِ شکایت زبان پر لانا ایسا جرم ہے جس کا مرتکب رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس شکایت کرنا کفر کا مستوجب ہوتا ہے۔ اور کفر کی باتیں کرنے والا امّت کا بدترین فرد ہوتا ہے۔

تا ز من دارد ملالے سایہ ام خصمِ منست
در دل خود خوارم و در چشمِ خود بے عزتم

جب تک وہ (محبوب) مجھ سے ملول و رنجیدہ ہے۔ میرا سایہ بھی میرا دشمن ہے۔ میں خود اپنے دل میں ذلیل و خوار اور اپنی نگاہوں میں بے عزّت ہوں۔

گرچہ در ظاہر دلم اظہارِ طاقت مے کند
لیک پنہاں بر سرِ جنگ است با من طاقتم

اگرچہ بظاہر میرا دل طاقت کا اظہار کر رہا ہے (دعویٰ کر رہا ہے) لیکن اندرونی طور پر طاقت میرے ساتھ لڑائی کر رہی ہے (طاقت جواب دے چکی ہے ؎

مضمحل ہو گئے قوےٰ غالبؔ   اب عناصر میں اعتدال کہاں

مے نویسم خطِ بیزاری دلِ پُر شکوہ را
با ہوس پیوند دارد نیست با اُو نسبتم

میں شکایت کرنے والے دل کی طرف بیزاری کا خط لکھ رہا ہوں (اس سے بیزار ہوں) کیونکہ وہ حرص و ہوا میں مبتلا ہے، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

عالمے از رنجشم راہِ حکایت یافتند
از نکو خواہاں دگر در زیرِ بارِ منّتم

میری رنجیدگی سے ایک عالم نے حکایت اور داستان گوئی کا راستہ پا لیا ہے (میرے غمِ عشق کا چرچا تمام دنیا میں پھیل گیا ہے) میں پھر اپنے خیر خواہوں کا شرمندۂ احسان ہو گیا ہوں (کیونکہ وہ میرے غم و اندوہ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں)۔

منکہ جا یابم برش با رشکِ اغیارم چہ کار
اینچنیں دایم در آتش از دلِ پُر غیرتم

جب مجھے اُس کے پاس جگہ ملتی ہے تو مجھے غیروں (رقیبوں) کے رشک سے کیا غرض؟ میں اپنے غیرتمند دل کے باعث ہمیشہ جلتا ہوں۔

نیست از رنجش نظیریؔ گر شکایت میکنم
عندلیبم نالہ کردن ہست رسم و عادتم

اے نظیریؔ! اگر میں کوئی شکایت کرتا ہوں تو وہ کسی رنجش کی وجہ سے نہیں میں ایک بلبل ہوں۔ اور نالہ کرنا میری رسم اور عادت ہے۔

(۳۸)

تا از فضائے دشت بگلشن فتادہ ام
از چشمِ طائرانِ نوازن فتادہ ام

طائرانِ نوازن۔ چہچہانے والے پرندے۔ از چشمِ کسے افتادن۔ کسی کی نظروں سے گر جانا۔ ذلیل ہونا۔

میں جب سے صحرا کی فضا کو چھوڑ کر گلشن میں آگیا ہوں۔ چہچہانے والے پرندوں کی نگاہوں سے گر گیا ہوں (ذلیل ہوگیا ہوں)۔

در نقش کارگاہ جہانم نمود نیست
کز ضعف، ہمچو رشتۂ سوزن فتادہ ام

کارگاہِ جہاں۔ دنیا کا کارخانہ۔ سوزن۔ سوئی۔
دنیا کے کارخانے کے نقش میں میری کوئی نمود نہیں۔ کیونکہ میں ضعف کی وجہ سے سوئی کے دھاگے کی طرح گر پڑا ہوں۔

گہ سینہ مے خراشم و گہ چہرہ مے کنم
شوریدہ تر ز باد بخرمن فتادہ ام

خراشیدن۔ کھرچنا۔ شوریدہ۔ دیوانہ، پریشان۔ خرمن۔ ڈھیر۔
کبھی میں سینہ کو پھاڑتا ہوں اور کبھی چہرے کو نوچتا ہوں۔ میں ہوا سے زیادہ تندی اور تیزی کے ساتھ کھلیان میں گر پڑا ہوں۔

نے در حساب گوہرم آرد نہ در نظر
از کیسۂ کریم بہ برزن فتادہ ام

کیسہ۔ تھیلی۔ کریم۔ سخی۔ برزن۔ گلی، کوچہ۔
میرے گوہر کو نہ تو کوئی حساب میں لاتا ہے نہ نظر میں۔ گویا میں کسی سخی کے تھیلہ سے بازار میں گر پڑا ہوں۔ مطلب۔ میرے کمالات و اوصاف کی کوئی قدر و منزلت نہیں کرتا)۔

مشتاقِ التفاتم و محتاجِ رحمتم

چوں طفلِ شیر خوار بدامن فتادہ ام

میں محبوب کی توجہ کا مشتاق اور اس کی رحمت کا محتاج ہوں۔ اور دودھ پینے والے بچے کی طرح دامن میں پڑا ہوں۔

سعیم اسیرِ دوست دریں ترکتاز بود
طالع نگہ، کہ قسمتِ دشمن فتادہ ام

ترکتاز۔ دوڑ دھوپ، لوٹ مار۔ طالع۔ قسمت۔

میری کوشش یہ تھی۔ کہ حملے میں مَیں دوست کا قیدی ہوں لیکن میری بدنصیبی دیکھو کہ میں دشمن کے حصے میں آگیا ہوں۔

زیں بوم و مرغزار نیم گر ملوّنم
طاؤسِ سدرہ ام ز نشیمن فتادہ ام

بوم۔ زمین۔ مرغزار۔ چراگاہ۔ نشیمن۔ گھونسلا۔ ملوّن۔ رنگ آمیزی کیا گیا۔ نقش و نگار کیا ہوا۔

اگر میں ملوّن ہوں، میں اس زمین اور چراگاہ کا رہنے والا نہیں ہوں۔ میں سدرۃ المنتہیٰ کا طاؤس ہوں اور اپنے گھونسلے (اصلی مقام) سے گر گیا ہوں۔ علامہ اقبال مرحوم سے

شاخِ نہال سدرہ ٔ خار و خسِ چمن مشو   منکرِ او اگر شدی منکرِ خویشتن مشو

بازِ شہم کہ تا گشد از مرحمت مرا
در دستِ ایں عجوزِ برہمن فتادہ ام

مرحمت۔ مہربانی۔ عجوز۔ بڑھیا۔

میں بادشاہ کا باز ہوں تاکہ وہ اپنے لطف و کرم سے میری پرورش کرے۔
لیکن (شومیٔ قسمت سے) میں اس برہمن بڑھیا کے ہاتھ آگیا ہوں۔

طبلِ رحیل قافلہ سالار می زند
من در طلسم بے در و روزن فتادہ ام

طبل رحیل - کوچ کا نقارہ - طلسم - جادو کا کارخانہ، روزن - روشندان
قافلے کا سردار کوچ کا نقارہ بجا رہا ہے۔ اور میں ایک ایسے طلسم میں
پھنسا ہوا ہوں جس میں نہ کوئی دروازہ ہے نہ کوئی روشندان - (مفر کی کوئی
صورت نہیں) مطلب - موت سر پہ کھڑی ہے لیکن میں دنیا کے حرص و
ہوا میں ایسا مبتلا ہوں - کہ ان سے بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی -

چوں گل برنگ و بوئے ہوا خرقہ در گرو
دستار داغدار بہ گردن فتادہ ام

میں پھول کی طرح خواہشات کے رنگ و بو میں لباس گروی کئے ہوئے
ہوں - اور ایک داغدار پگڑی اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہوں۔

ریحان دمد بعشق نظیری ز آتشم
در گلشنِ خلیل ز گلخن فتادہ ام

ریحان - گلِ ناز بو - گلشن خلیل - نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ
کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا - مگر وہ آگ خدا کے حکم سے گلزار بن گئی -
اے نظیری! عشق میں میری آگ سے ناز بو کا پھول اُگتا ہے میں آگ کی
بھٹی سے گلزارِ ابراہیم میں پڑا ہوں -

(۳۹)

بہ تمنّائے غلط بر ہمہ کس میر شدیم
بدر از خانہ نہ رفتیم و جہانگیر شدیم

ہم غلط آرزو سے تمام لوگوں کے سردار بن گئے۔ ہم گھر سے باہر نہیں نکلے۔ اور جہانگیر ہو گئے۔

مہ کلہ گوشہ پئے خدمت ما مے شکند
کہ سرافراز باندازہ تقصیر شدیم

چاند ہماری خدمت کے لئے سر جھکاتا ہے۔ کیونکہ ہم گناہوں کے مطابق سرفراز ہو گئے ہیں ؎

گر باندازۂ تقصیر ہے رحمت کا نزول   آج سے ہم بھی گنہگار ہوئے جاتے ہیں

مئے تلخ و گزک شور زما پرس کہ چیست
طفل بودیم کہ باز از شکر و شیر شدیم

تلخ شراب اور نمکین گزک کے متعلق ہم سے پوچھ کہ کیا ہیں۔ کیونکہ بچپن ہی سے ہم شکر اور دودھ سے علیحدہ ہو گئے تھے

غافل از شیوۂ رندی بسلوک افتادیم
تازہ ناکردہ دماغ از پے نخچیر شدیم

سلوک ۔ راہروی، طریق معرفت کو طے کرنا۔ نخچیر۔ شکار۔

ہم رندی کے طریق سے غافل ہو کر سلوک میں پڑ گئے۔ اور دماغ کو تازہ کئے بغیر شکار کے پیچھے چلے گئے۔

دوست بر ما نگراں سرِ شفقت بگذشت
خاک بودیم ز فیض نظر اکسیر شدیم

دوست ہم پر شفقت کی نظر سے دیکھتا ہوا گزر گیا۔ ہم خاک تھے اس کی نظر کے فیض سے اکسیر ہو گئے۔

ہر کجا راہ دہد اسپ بر آں تاز کہ ما
بارہا مات دریں عرصہ بتدبیر شدیم

اسپ تاختن۔ گھوڑا دوڑانا۔ مات شدن۔ شکست کھانا، ہارنا۔
جہاں دل چاہے وہاں گھوڑا دوڑا۔ کیونکہ ہم نے کئی مرتبہ اس میدان (میدانِ عشق) میں مات کھائی ہے۔

شادیٔ ہفتہ بآزادیٔ ما مے گردد
ہمچو آدینہ چہ سرِ حلقۂ زنجیر شدیم

ہفتہ بھر کی خوشی ہماری آزادی میں گھومتی ہے۔ ہم کیوں جمعہ کی طرح حلقۂ زنجیر بنے ہوئے ہیں (ہم نے اپنی آزادی کو کیوں محدود کر لیا ہے)۔

چار فصلِ چمنِ عمر ندیدیم افسوس
نارسیدہ بجوانی ز تعب پیر شدیم

تعب۔ رنج، تکلیف، تھکاوٹ۔

افسوس! ہم نے زندگی کے باغ کی چار فصلیں بھی نہ دیکھیں۔ اور جوانی تک پہنچنے کے بغیر ہی رنج و غم سے بوڑھے ہو گئے ہ

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم، بہار آخر شد

رشک بر پیریٔ ما چرخ و عطارد دارد
پُشت خم ہمچو کماں راست تر از تیر شدیم

آسمان اور عطارد (ستارہ) ہمارے بڑھاپے پر رشک کرتے ہیں ہماری پیٹھ کمان کی ٹیڑھی ہے اور ہم تیر کی طرح سیدھے ہو گئے ہیں۔

خوش تر از عمرِ زلیخا بطرب بر گشتیم
عذرِ تقصیرِ عمل در پئے توقیر شدیم

طرب۔ خوشی - بر گشتن۔ لوٹنا۔ توقیر۔ عزّت۔

ہم زلیخا کی عمر سے زیادہ خوشی کے ساتھ واپس لوٹے۔ اور ہم تقصیرِ عمل کے عذر میں عزّت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ (زلیخا ملکۂ مصر حضرت یوسفؑ پر عاشق تھی۔ اور اسے بڑھاپے میں دوبارہ جوانی مل گئی تھی)۔

زاں دو محراب نشیں ہندوئے زنّار پرست
پیشِ کفّار بدریوزۂ تکبیر شدیم

ان دو محراب نشین اور زنّار پرست ہندوؤں (معشوق کی زلفوں) کی وجہ سے ہم تکبیر کی گدائی کے لئے کافروں کے پاس چلے گئے۔

فکرِ آبادیٔ ایمانِ نظیریؔ کردیم
سوئے دلہائے خراب از پئے تعمیر شدیم

ہم نے نظیریؔ کے ایمان کی آبادی (سلامتی) کے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ لوگوں کی دلداری کرنا شرطِ ایمان ہے۔ اس لئے ہم بھی) اُجڑے ہوئے دلوں کی تعمیر کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہِ خلیل آزر است — دل گذرگاہِ جلیلِ اکبر است

(۴۰)

زجا نتوانم از نشۂ مے چالاک برخیزم
بہر سو جنگ محکم سازم وچوں تاک برخیزم

میں شراب کے نشہ کی وجہ سے اپنی جگہ سے جلدی نہیں اُٹھ سکتا۔ اسلئے میں ہر طرف لڑائی کو مضبوط کرتا ہوں۔ اور انگور کے درخت کی طرح اٹھتا ہوں۔

چناں ز آلائشِ مژگانِ تر دامن گراں بارم
کہ سُست از جا چو نورِ دیدہ نمناک برخیزم

میں تر دامن پلکوں کی آلودگی کی وجہ سے اتنا بھاری ہو گیا ہوں کہ اشک آلود آنکھوں کے نور کی مانند اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ اُٹھتا ہوں۔

بصافی مشرباں صحبت گزیدم صاف باید شد
بسوزم زہد خشک و خرقۂ ناپاک برخیزم

صافی مشرب۔ پاک باطن۔ گزیدن۔ اختیار کرنا۔ خرقہ۔ گدڑی۔
میں نے پاک باطن لوگوں کی صحبت اختیار کی۔ اس لئے مجھے بھی پاک ہونا چاہیئے۔ میں اٹھتا ہوں اور زہد ریائی اور گناہ آلود گدڑی کو جلاتا ہوں۔

چو موجم نقش بر آب و چو گردم رخت بر صرصر
ز دامن تا گریباں ہمچو سوسن چاک برخیزم

نقش بر آب، رخت بر صرصر۔ مراد بے بنیاد، ناپائدار، فانی۔

لہر کی طرح میرا نقش پانی پر ہے اور گرد کی طرح میرا سامان آندھی پر ہے۔
(میں فانی و ناپائدار ہوں اور ہر وقت زادِ سفر باندھے ہوئے آمادہ سفر آخرت
ہوں) میں سوسن (ایک پھول کا نام ہے) کی طرح دامن سے گریبان تک چاک
کئے ہوئے اٹھونگا ۔

مزا ہے عشق میں جب دامن وگریباں کا یہ تار تار رہے اور وہ چاک چاک رہے

ملال آشیانم گشت کے باشد بہار آید
چو بلبل مست گردم از خس و خاشاک برخیزم

مجھے گھونسلے کا ملال ہو گیا ہے۔ اب بہار کب آئے گی۔ تاکہ میں بلبل کی
طرح مست ہو جاؤں اور (مستی کی حالت میں) خس و خاشاک سے اٹھوں۔

بیکدم بادہ صاحب ہمتے دستم نمے گیرد
کہ دانش گردم و از خانۂ امساک برخیزم

یکدم بادہ ۔ مراد شراب کا ایک گھونٹ ۔ دست گرفتن ۔ مدد کرنا
امساک ۔ بند کرنا، روکنا، بخل کرنا۔

کوئی صاحب ہمت ایک شراب کے گھونٹ سے میری مدد نہیں کرتا تاکہ میں
عقل مند ہوں اور بخل کے گھر سے اٹھ جاؤں۔

دریں صحرائے پر صرصر چہ تمکیں مست بود ہم را
چو دود از باد بگریزم چو گرد از خاک برخیزم

صرصر ۔ تیز و تند ہوا۔ آندھی ۔ تمکین ۔ قدر ، عزت ۔

اس آندھی سے بھرے ہوئے صحرا (دنیا) میں میری ہستی کی کیا قدر ہے۔

میں دھوئیں کی طرح ہوا سے بھاگوں گا اور گرد کی طرح خاک سے اٹھونگا۔

بہ سعد و نحسِ دَوراں خطِ تسلیم و رضا دادم
کہ نتوانم چو نقشِ ثابت از افلاک برخیزم

سعد و نحس۔ مبارک اور منحوس ستارے، نیک بختی و بد بختی۔ خطِ تسلیم و رضا دادن۔ راضی ہونا۔ نقشِ ثابت۔ مراد ثوابت سیاروں کے نقوش۔

میں زمانے کی نیک بختی اور بد بختی پر راضی ہو گیا (تن بہ تقدیر ہو گیا) اب ثابت سیاروں کے نقوش کی طرح، جو آسمان سے نہیں اٹھ سکتے (محو نہیں ہو سکتے) میں نہیں اٹھ سکتا۔

شب از میخانہ سوئے خانقاہ رفتم غلط کردم
سحر مے بایدم از نشۂ تریاک برخیزم

تریاک۔ ایک دوائی ہے جو زہر کے اثر کو زائل کر دیتی ہے، مجازاً افیون

رات میں میخانہ سے خانقاہ کی طرف گیا اور میں نے سخت غلطی کی۔ مجھے صبح کے وقت تریاک کے نشہ سے اُٹھنا چاہیئے۔

مکن منعم نظیری گر ز حکمِ آسماں نالم
ز مظلومی بداد از حاکمِ بیباک برخیزم

اے نظیری! اگر میں آسمان کے حکم سے روتا ہوں تو مجھے منع نہ کر کیونکہ میں بیباک حاکم (اللہ تعالیٰ) کے پاس اپنی مظلومی کی فریاد کرنے کے لیے اٹھتا ہوں۔

---

(۴۱)

بسیار فطرہ کردم در گرم و سردِ عالم
چشمے نہ شد بحالم از دُودِ گردِ عالم

فطرہ کردن ۔ دوڑنا، سعی کرنا ۔

میں دنیا کے گرم و سرد میں بہت دوڑا ۔ لیکن زمانے کے غبار کے دھوئیں کی وجہ سے میرے حال پر کسی کی نگاہ نہ پڑی (کوئی میری طرف ملتفت نہ ہوا) ۔

عزم رحیل دارم از شہر بندِ دنیا
صومِ وصال گیرم از آبخوردِ عالم

عزم رحیل ۔ کوچ کا ارادہ ۔ شہر بند ۔ فصیل، چاردیواری ۔ صومِ وصال ۔ متواتر دو یا تین دن رات یا اس سے زیادہ عرصہ کے لئے روزہ ۔
آبخورد ۔ کھانا پینا ۔

میں دنیا کی چاردیواری سے کوچ کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ اور دنیا کی اشیائے خوردونوش سے منہ پھیر کر وصال کا روزہ رکھتا ہوں ۔

بر خاک رہ گذارم افلاک پا تُما لم
خلوت نشینِ شہرم، صحرا نوردِ عالم

صحرا نورد ۔ صحرا کو طے کرنے والا ۔

میں (بظاہر) خاک پر چلنے والا ہوں ۔ (لیکن بباطن) آسمان کو روندنے والا ہوں ۔ (بظاہر) میں شہر میں خلوت نشین ہوں (لیکن بباطن) دنیا کے صحرا کو طے کرنیوالا ہوں ۔ انشاء اللہ خاں انشا ؔ

تصورِ عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر غرض کچھ اور دھن میں اس گھڑی میخوار بیٹھے ہیں

رخ می کنم بناخن لب می گزم بدنداں

با خویش در نبردم ، غالب نبردِ عالم

گزیدن ۔ کاٹنا ۔ نبرد ۔ جنگ ۔

میں ناخن سے اپنے چہرے کو نوچتا ہوں اور دانتوں سے اپنے لبوں کو کاٹتا ہوں ۔ میں خود اپنے ہی ساتھ لڑائی میں مصروف ہوں اور دنیا کی لڑائی میں غالب ہوں ۔ اُستاد ذوقؔ مرحوم سے

نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا

از حسنِ آں پری وش تا یافتم نشانے

دیوانہ دوست گشتم ویرانہ گردِ عالم

جب سے میں نے اس پری چہرہ معشوق کے حسن کا نشان پایا ہے تو میں دیوانوں کا دوست بن گیا ہوں اور دنیا کے ویرانوں میں سرگرداں ہوں ۔ (میں نے جنونِ عشق کی میں دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے صحرا نوردی کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے) ۔

خشمے ہمہ تبسم ، تلخی ہمہ حلاوت

در نیش نوشِ جانہا ، در خار دردِ عالم

حلاوت ۔ شیرینی ، مٹھاس ۔ نوش ۔ مراد شہد یا شراب ۔

اُس (معشوق) کا غصہ سراسر مسکراہٹ ہے اور اس کی تلخی سراسر شیرینی ہے ، اس کے ڈنک میں جانوں کا نوشدارو ہے اور اس کے کانٹے میں دنیا بھر کا درد پوشیدہ ہے ۔ (اس کی تلخ گوئی میں بھی ایک قسم کی شیرینی اور حلاوت ہے) سے

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

ریزاں زمن ثمرہا، الواں زمن چمن ہا
رنگے نہ ہمچو بادم از سرخ و زردِ عالم

الواں - جمع ہے لون کی، بمعنی رنگ - مراد رنگین -

مجھ سے پھل گر رہے ہیں اور باغ میری وجہ سے رنگین ہیں۔ دنیا کے سرخ و زرد (مختلف) رنگوں میں سے ہو اکی طرح میرا کوئی رنگ نہیں ہے -

نابود ہست بودم، پندار در نمودم
چوں نقطۂ زیادم از نقش نردِ عالم

میری ہستی نابود (عدم محض) ہے اور میری نمود محض پندار (وہم و خیال) ہے - میں نردِ عالم (دنیا کو تختۂ شطرنج کے مانند قرار دیا ہے) کے نقش میں ایک زیادہ نقطہ ہوں (میرا وجود بیفائدہ اور بیکار محض ہے)۔

نو بالغانِ ایں عہد زنِ مشرب اند یکسر
مردانگی مجوئید از ہیچ مردِ عالم

نو بالغ - مراد نوجوان - مشرب - مسلک، طریقہ -

اس عہد کے نوجوان بالکل عورتوں جیسی خصلت والے ہیں - تم زمانے کے کسی مرد سے مردانگی کی امید نہ رکھو -

زیں خاکداں برستیم وز آخراں گذشتیم
مائیم صبح ثانی خورشید فردِ عالم

خاکدان - مراد دنیا - فرد - یکتا - بے مثال -

ہم اس خاکدان دنیا سے آزاد ہو گئے - اور ستاروں سے بھی آگے نکل گئے - عالم کے یکتا سورج کے لئے ہم صبح صادق ہیں مطلب - ہم انوارِ خداوندی کے مظہر ہیں ؎

بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اس کی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش میں بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے

صبح از کفِ نظیریؔ رطلِ گراں کشیدیم
بر طبع شد گوارا اندوہ و دردِ عالم

رطلِ گراں - بڑا پیالہ - رطل کشیدن - شراب پینا -
ہم نے صبح نظیریؔ کے ہاتھ سے شراب کا ایک بڑا پیالہ پیا - جس کی وجہ سے زمانے کا رنج و غم ہماری طبیعت پر گوارا ہو گیا ؎

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے

(۴۲)

کعبہ و دیر شدم صد رہ و ویراں گشتم
بارہا معبد ترسا و مسلماں گشتم

صد رہ - سو مرتبہ - معبد - عبادت گاہ - ترسا - عیسائی -
میں سینکڑوں مرتبہ کعبہ و دیر بنا اور ویران ہو گیا - اور میں کئی دفعہ آتش پرستوں اور مسلمانوں کی عبادت گاہ بنا -

باد خاکم بہوا برد و پریشانم کرد
عطرِ طرفِ چمن و گردِ بیاباں گشتم

ہوا میری خاک کو اڑا کر لے گئی اور منتشر کر دیا۔ میں کبھی باغ کے کناروں کا
عطر (خوشبو) اور کبھی بیابان کی گرد بن گیا۔

نفسے از گل و آبے نفسے ز آتش و باد
نشدم جمع ازاں پس کہ پریشاں گشتم

جب میں پریشان ہو گیا تو اس کے بعد پھر کبھی جمع نہ ہو سکا۔ البتہ کبھی لمحہ
بھر کے لئے گل و آب اور کبھی گھڑی بھر کے لئے آتش و باد بنتا رہا۔ مطلب شاعر
کا منشا یہ ہے کہ منتشر ہونے کے بعد بدن کے عناصر اربعہ میں سے کسی عنصر کی طرف
اطمینان نہ ہو سکا۔ چکبست ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

(متذکرہ بالا دونوں شعروں میں کسی اعتقادی امر یا مسئلہ تناسخ کی طرف اشارہ
نہیں ہے بلکہ ان میں صوفیوں کے ان حالات متضادہ اور کیفیات متنابئہ کی طرف
ہے۔ چنانچہ سعدی رح فرماتے ہیں ؎

گہے بر طارقِ اعلیٰ نشینم گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

سیلئ نہی فضولی زسلوکم انداخت
چشم تر سیدہ ترِ طفل دبستاں گشتم

سیلی ۔ تھپیڑ ۔ نہی ۔ ممانعت ۔ دبستاں ۔ مکتب ۔
فضول ممانعت کے تھپیڑوں نے مجھے راہ سلوک و معرفت سے بھٹکا دیا۔
اب تو میں مکتب کے ایک بچہ سے بھی زیادہ ہراساں اور خوفزدہ ہو گیا ہوں مطلب
فضول ممانعتوں نے مجھے وہ عبرت دلائی۔ کہ اب ہر بات سے گھبراتا ہوں کہ کہیں

یہی میرے لئے سدِ حجاب نہ ہو۔

بازیٔ نفس ز تعلیم گہِ عقلم بُرد
گرچہ صد بار بدل دست وگریباں گشتم

نفس کی بازی نے مجھے عقل کی تعلیم گاہ سے نکال دیا۔ اگرچہ میں سو مرتبہ دل کے ساتھ دست و گریباں (گتھم گتھا) ہوا مطلب۔ میں انتہائی ریاضت و مجاہدہ کے باوجود نفسِ سرکش کو مغلوب نہ کر سکا۔ اس لئے مرتبہ عرفان الٰہی تک رسائی نہ ہو سکی۔

طوف و سعی حرم عشق بنا آوردہ بجا ئے
تشنۂ زمزم آں چاہ زنخداں گشتم

طوف۔ طواف، کعبہ کے گرد گھومنا۔ حرم۔ چاردیواری۔ مراد کعبہ۔ سعی۔ حج کے ایّام میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا۔ چالوگ طواف وسعی کے بعد، زمزم (ایک کنواں جو صحن حرم میں ہے) کا پانی پیتے ہیں چاہ زنخداں ٹھوڑی کا گڑھا۔

ابھی میں کعبۂ عشق کے طواف و سعی سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ میں اس کے چاہِ زنخداں کے آبِ زمزم کا پیاسا ہو گیا۔

عمر بگذشت و خریدار بہ ہیچم نخرید
کار بد بُودہ و بر خویش تناواں گشتم

عمر گذر گئی۔ لیکن خریدار نے مجھے کسی چیز کے عوض نہ خریدا۔ کام بُرا تھا اور میں خود اپنے اوپر تاوان (جرمانہ) بن گیا۔

پردہ ام از رخِ اعمال ندامت برداشت
خجل از طاعتِ آلودہ بعصیاں گشتم

خجل - شرمندہ - طاعت - بندگی، عبادت - عصیاں - گناہ -
شرمندگی نے میرے اعمال کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا - اور میں اپنی گناہ آلودہ عبادت سے شرمندہ ہو گیا -

دل گرفتم ز کفِ دیوِ ہوا آخر کار
صاحبِ جامِ جم و مہرِ سلیماں گشتم

دل گرفتن - بیزار ہو جانا، ہاتھ اٹھا لینا - ہوا - حرص و آز - جامِ جم - جمشید بادشاہ کا پیالہ جس میں دنیا کے تمام گذشتہ و آئندہ حالات نظر آجاتے تھے - میں آخر کار حرص و آز اور خواہشات نفسانی کے ہاتھوں بیزار ہو گیا (ان کو ترک دیا) اور جام جمشید اور مہر سلیمانی کا مالک بن گیا (یعنی میرے قلب پر انوار الٰہی کا پرتو پڑنے لگا)۔

زیبد از زیورِ دوش و برِ حوراں گردم
کہ جلا یافتہ از خارِ مغیلاں گشتم

دوش - کندھا - بر - آغوش - خارِ مغیلاں - کیکر کے کانٹے -
اگر میں حوروں کے آغوش اور کندھوں کا زیور بن جاؤں تو یہ میرے لئے زیبا ہے کیونکہ میں کیکر کے کانٹوں کا جلا یافتہ ہوں (یعنی میں نے ریاضت و مجاہدہ سے اپنے قلب کو پاک وصاف کیا ہوا ہے)۔

اگر از ذوقِ نظیری نفتادم چہ عجب

طفل بودم کہ عز لگوے وسخنداں گشتم"

اے نظیری! اگر میں ذوق سے گر گیا تو کیا عجیب، کیونکہ ابھی میں بچہ ہی تھا کہ غزل گو اور سخن دان ہو گیا۔

(۴۳)

غسالہ شوے تہ کاسۂ ایاغ شدم
بتر ز پنبۂ رنگین روے داغ شدم

غسالہ۔ وہ پانی جس سے منہ، ہاتھ یا جسم دھویا جائے۔ غسالہ شوے دھونے والا مراد ہے۔ تہ۔ مراد تلچھٹ۔ دُرد۔ ایاغ۔ شراب پینے کا پیالہ۔ بتر۔ بدتر۔ پنبہ۔ روئی جو زخم پر رکھتے ہیں۔ داغ۔ زخم۔

میں شراب کے پیالہ کی تلچھٹ دھونے والا ہوں۔ اور زخم پر رکھی ہوئی رنگدار روئی سے بھی زیادہ بُرا ہوں۔

نہ خضر بود دریں تیرہ رہ نہ چشمۂ خضر
ز شرم ہرزہ دوی سرد در سراغ شدم

تیرہ۔ تاریک۔ چشمۂ خضر۔ آب حیات مراد ہے۔ ہرزہ دوی۔ فضول دوڑ دھوپ۔ سرد۔ مراد سُست۔

اس تاریک راستے میں نہ خضر (رہنما) تھا نہ ہی چشمۂ خضر (منزل مقصود) تھا۔ فضول دوڑ دھوپ کی شرم کے باعث میں سراغ لگانے میں سُست ہو گیا ہوں۔

فغان و شیون مرغاں چناں ملولم کرد

کہ جیب و دامن خالی بروں ز باغ شدم

شیون۔ گریہ وزاری۔ ملول۔ غمگین، رنجیدہ۔

پرندوں کی آہ و فغاں اور گریہ وزاری نے مجھے ایسا غمگین کیا کہ میں خالی جیب و دامن کے ساتھ باغ سے باہر نکل گیا۔

نگویم اینکہ سیہ بختیم بمے انداخت

چو بال زاغ بدم، ہمچو چشم زاغ شدم

سیہ بختی۔ بدنصیبی۔ بال۔ بازو، پر۔

میں یہ نہیں کہتا کہ سیاہ بختی نے مجھے نہیں پھینکا۔ میں کوّے کے پروں کی طرح تھا۔ اب کوّے کی آنکھ کی طرح ہو گیا۔

بروئے سبزہ و گل بود سیر و پروازم

نصیب خواند کہ پروانۂ چراغ شدم

میری سیر اور پرواز سبزہ و گل پر تھی (میں آزادانہ باغوں کی سیر کرتا تھا) مقدر نے مجھے بلایا۔ اور میں چراغ (حسن دوست) کا پروانہ ہو گیا۔

تہ پیالہ بمن داد لیک از مستی

فتیلہ بر دل خاماں نہادہ داغ شدم

اس (معشوق) نے مجھے تلچھٹ دی۔ لیکن میں مستی کی وجہ سے خام لوگوں کے دلوں کے لئے فتیلہ و داغ بن گیا۔

بدشت مزرع گشتن ہوا پرستی بود

بگنج عزلت و خلوت ز باغ و راغ شدم

مزرع ۔ کھیتی ۔ کنج عزلت و خلوت ۔ تنہائی کا گوشہ ۔ راغ : دامن کوہ، میدان ۔ سبزہ زار ۔

چونکہ جنگلوں اور کھیتوں میں پھرنا ہوا پرستی تھی اس لئے میں باغ اور سبزہ زار کو چھوڑ کر تنہائی اور خلوت میں چلا گیا ۔

نسیم نیم شبم بر مشام بوئے زد
سحر شگفتہ دخوش طبع و خوش دماغ شدم

آدھی رات کی ہوا نے میرے دماغ کو خوشبودار کر دیا ۔ صبح کے وقت میں شگفتہ دل ، خوش طبع اور خوش دماغ ہو گیا

مدار کار نظیری بخلق و دم درکش
کہ فارغ از ہمہ در گوشۂ فراغ شدم

کار داشتن ۔ تعلق رکھنا ۔ دم درکشیدن ۔ خاموش ہونا ۔
اے نظیری! تو خاموش ہو جا اور لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھ (دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لے ۔ کیونکہ) میں گوشۂ تنہائی میں سب سے فارغ اور بے فکر ہو گیا ہوں ۔

(۴۴)

نہ خراش دم بر قتت نہ گداز دل بدردم
دم آتشیں بیاناں بفسرد و گفت سردم

نہ میری گفتگو میں خراش (اثر) ہے اور نہ ہی میرے درد سے کسی کا دل پگھلتا ہے ۔ آتش بیانوں کی گفتگو سرد (بے اثر) ہو گئی ۔

شدہ ام ز خویش فارغ بخیال خلق و دلقے
نہ بدرد باز گشتم نہ ز دیدہ آب خوردم

اب میں خلق اور گدڑی کے خیال کو چھوڑ کر اپنے آپ پر فارغ ہو گیا ہوں
اب نہ میں درد کی طرف رجوع ہوتا ہوں اور نہ آنکھوں سے آنسو پیتا ہوں۔

دہم از غذائے مرغاں بخیالِ دام و قیدم
کنم ار دعائے باراں بہولئے سرخ و زردم

اگر میں پرندوں کو غذا (دانہ) دیتا ہوں تو دام اور قید کے خیال میں ہوتا ہوں۔ اگر میں بارش کی دعا مانگتا ہوں تو سرخ و زرد کے خیال میں رہتا ہوں۔
مطلب۔ اگر میں پرندے پالتا ہوں تو ہر وقت ان کے جال میں پھنس جانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور اگر میں بارش کی دعا مانگتا ہوں تو کھیتوں کے سرسبز ہو کر مرجھا جانے کا اندیشہ دامنگیر رہتا ہے۔ ہر وقت اور ہر حالت میں نقصان کا خدشہ لگا رہتا ہے ؎

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے صیّاد کی نگاہ سوئے آشیاں نہیں

نکنم قفا بباز ی کہ دو شش نشستہ نقشم
نہ شوم ز لعب فارغ کہ عقب فتادہ نردم

قفا۔ پیچھے، عقب۔ دو شش نشستن۔ ایک پانسہ۔
لعب۔ کھیل۔ نرد۔ شطرنج وغیرہ کی گوٹی۔ مہرے۔
میں کھیلنے سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ کیونکہ میرا پانسہ دو شش پڑا ہے۔
اور میں کھیل سے فارغ نہیں ہوتا کیونکہ میری نرد پیچھے پڑ گئی ہے۔

بہ ہوائے ابر خیزم فگند ز پائے ثقلم
بہ گزار سیل اُفتم نہ رود ز دیدہ گردم

ہوا۔ خواہش۔ آرزو۔ ثقل۔ بوجھ۔ گزار۔ راستہ۔

میں ابر کے خیال میں اُٹھتا ہوں تو بوجھ مجھے پاؤں سے گرا دیتا ہے میں طوفان کے راستے پر چلتا ہوں تو میری آنکھوں سے غبار نہیں جاتا۔

بقطار کس نہ گنجم چہ گراں بہا امیرم
بعیار خس نیرزم چہ بلند قدر مردم

عیار۔ سونا چاندی تولنے کا کانٹا۔

میں کسی قطار میں نہیں سماتا ہوں کیونکہ میں ایک بڑا بھاری امیر ہوں۔ اور کوڑے کرکٹ کے جتنی بھی قیمت نہیں رکھتا کیونکہ میں بلند قدر آدمی ہوں ۔

آدمی زادہ طرفہ معجونے ست — کز فرشتہ سرشتہ وز حیواں
گر کند قصد ایں شود کم از ایں — ور کند میل آں شود بہ از آں

بزنند ننگ سنگم بکشند عار خنجر
بہ تہمتن ار در افتم بگریزد از نبردم

ننگ۔ عار۔ شرم۔ تہمتن۔ ایران کا مشہور پہلوان۔ شاہنامۂ فردوسی کا ایک مشہور کردار۔ با کسے در افتادن۔ کسی کے ساتھ الجھنا۔

خواہ مجھ پر ننگ کے پتھر ماریں یا عار کے خنجر چلائیں۔ (مجھے ننگ و عار کی مطلق پروا نہیں) میں اگر تہمتن کے ساتھ بھی الجھ پڑوں تو وہ میرے مقابلے سے بھاگ جائے گا۔

بہ رمِ ہزار پایہ رہِ بستہ قطع سازم
بہ جہم ہزار پلہ پئے مور در نوردم

رم ۔ بھاگنا، چلنا ۔ ہزار پایہ ۔ کنکھجورہ ۔ پلہ ۔ سیڑھی ۔ پئے ۔ پاؤں کے نشان ۔ در نوردیدن ۔ لپیٹنا ۔ طے کرنا ۔

میں کنکھجورے کی رفتار کے ساتھ بند راستے کو طے کرتا ہوں اور ہزاروں سیڑھیوں پر کودتا ہوں ۔ تو گویا چیونٹی کے پاؤں کے نشانات کو لپیٹتا ہوں (راہِ عشق میں گوناگوں مصائب برداشت کرتا ہوا آہستہ آہستہ بڑھا جا رہا ہوں) ۔

بخزان و گل نہ پیچم نہ ز قسمِ رنگ و بوئم
بہ بہار و دَے نہ سازم نہ ز جنسِ گرم و سردم

نہ میں خزاں اور بہار پر حسد کرتا ہوں ۔ اور نہ میں رنگ و بو کی قسم میں سے ہوں ۔ نہ میں بہار اور جاڑے سے موافقت کرتا ہوں اور نہ میں گرم و سرد کی جنس میں سے ہوں ۔

وزد از کمیں نسیمے زندم ز موج دریا
کہ سحاب خشک مغزم نہ ز خاروئے ابردم

کمیں ۔ گھات ۔ جہاں بیٹھ کر شکاری اپنے شکار کا نشانہ باندھتے ہیں
سحاب ۔ بادل ۔ ابرد ۔ برد ۔ الف زائد ہے بمعنی ژالہ، اولا ۔

جب گھات سے نسیم چلتی ہے تو مجھے دریا کی لہروں میں پھینک دیتی ہے ۔ کیونکہ میں ایک خشک مغز بادل ہوں نہ میں کانٹا ہوں نہ اولہ ۔

ہمہ را بمہر بینم کہ قرینِ خویش خویشم
بجہاں ضیا رسانم کہ چو آفتاب فردم

میں سب کو محبت سے دیکھتا ہوں کیونکہ میں اپنا ہمسر خود ہی ہوں۔
میں جہاں میں روشنی پہنچاتا ہوں کیونکہ میں آفتاب کی طرح یکتا ہوں۔

بہ سماعِ جاں نظیریؔ ز خودم خلاصیٔ دہ
بفشاں چناں غبارم کہ غبارِ کس نہ گردم

اے نظیریؔ! روحانی سماع سے مجھے اپنے آپ سے نجات دے۔
میرے غبار کو اس طرح جھاڑ کہ میں کسی کا غبار نہ ہوں۔

(۴۵)

آتشیں گفتار خاکی پیکرم
قطعۂ باغِ خلیلِ آذرم

خلیل آذر۔ خلیل اللہ، حضرت ابراہیم کا لقب ہے۔ آذر آپ کے والد کا نام تھا۔ باغ خلیل سے اس واقعہ کی طرف تلمیح ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیم کو زندہ آگ میں جلا دینے کا حکم دیا لیکن خدا کی مہربانی سے وہ آگ آپ کے لئے گلزار بن گئی۔

میرا جسم خاکی ہے۔ لیکن میرے کلام میں آگ جیسا سوز و گداز پوشیدہ ہے۔ (گویا) میں حضرت ابراہیم کے باغ کا ایک ٹکڑا ہوں ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

در دمِ احیائے عیسےٰ مضمرم
در یدِ بیضائے موسیٰ دفترم

دم۔ پھونک۔ اِحیا۔ زندہ کرنا۔ حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا کہ آپ

پھونک مارکر مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ ید بیضا۔ روشن ہاتھ۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ تھا کہ جب اپنی بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تو سورج کی طرح روشن نظر آتا تھا۔

مردوں کو زندہ کرنے کے سانس میں حضرت عیسیٰ کی طرح معجزہ رکھتا ہوں اور ید بیضا میں حضرت موسیٰ کا ہم پلّہ ہوں۔

جائے گُل بلبل برآرد شاخِ گُل گر فشانی بر چمن خاکسترم

اگر تو باغ میں میری راکھ کو چھینکے۔ تو پھول کی ٹہنی سے پھول کی جگہ بلبل پیدا ہوں۔

عالمِ معنی بنورم روشن است در حقیقت آفتاب دیگرم

عالمِ معنی (باطنی دنیا) میرے نور سے روشن ہے۔ میں در حقیقت ایک دوسرا آفتاب ہوں۔ اقبال مرحوم ؎

بینی جہاں را خود را نہ بینی تا چند ناداں غافل نشینی

نورِ قدیمی شب را برافروز دستِ کلیمی در آستینی

غوطہ ہا در بحرِ معنی صنع کرد تا برآوردِ از نُہ صدف یک گوہرم

صنع۔ قدرت الہٰی۔ نُہ صدف۔ مراد نو آسمان۔

قدرت الہٰی نے معنی کے سمندر میں بہت سے غوطے لگائے۔ تب نوَ صدفوں (نو آسمانوں) میں سے میرا موتی پیدا ہوا مطلب۔ انسان صانع قدرت کی صنعتگری کا بہترین شاہکار ہے۔

از سخن ہر کس ہیولائے نمود من ہیولائے سخن را جوہرم

ہیولیٰ - ہر چیز کی اصل، ہر چیز کا خاکہ -
ہر شخص (شاعر) نے شاعری کا ایک خاکہ تیار کیا - اور میں شاعری کے خاکے کے لئے جوہر ہوں -

کس بمعیارم نمے آرد سخن ہیں محک صاحب عیارہ ہیں زرم

محک - کسوٹی - صاحب عیار - پرکھنے والا -
کوئی شخص میرے معیار کے مطابق کلام نہیں لاسکتا - لو یہ ہے کسوٹی، یہ ہے پرکھنے والا، اور یہ ہے میرا سونا (کلام)، جس کا جی چاہے شعر و شاعری میں میرا مقابلہ کر کے دیکھ لے)۔

وصل معنی دیر اگر دستم دہد پردۂ افلاک را برہم درم

دست دادن - حاصل ہونا -
اگر مجھے شاہد معنی کا وصال دیر سے حاصل ہو تو میں آسمانوں کے پردوں کو پھاڑ ڈالوں (اپنی بدیہہ گوئی کی طرف اشارہ ہے)۔

جوہرم جسمم نمیدانم چہ ام ہرچہ ہستم غرق مہر حیدرم

میں نہیں جانتا کہ کیا ہوں - جوہر ہوں یا جسم - میں جو کچھ بھی ہوں حضرت علی کی محبت میں غرق ہوں -

اختراں چوں سرمہ در چشمم کنند آسماں گوید غبار آں درم

ستارے جب میری آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں - تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس دروازے کا غبار ہوں -

بہ ترازِ حال نظیری نکتہ ہا گویم واز خود نیاید باورم

میں نظیری کے حال سے بلند نکتے بیان کرتا ہوں اور مجھے اپنے آپ پر یقین نہیں رہا۔

(۴۶)

بگل پیرا ہنے امیّد دارم ــــ کہ خوشبو سازد آغوش وکنارم

میں ایک ایسے گل پیرہن معشوق کی امید رکھتا ہوں۔ جو میری آغوش اور بغل کو خوشبودار بناوے۔

من آں آسیمہ صیّادم دریں بحر ــــ کہ در دامم نیے گنجد شکارم

آسیمہ ۔ پریشان۔ صیّاد۔ شکاری۔

میں اس سمندر (دنیا) میں وہ پریشان شکاری ہوں۔ کہ میرے جال میں کوئی شکار نہیں آتا۔

قضا ہمسنگ کوہم داد سودا ــــ بموئے بر ترازو بستہ بارم

ہمسنگ ۔ ہم وزن، ہم پلّہ ۔ برابر۔

قضاوقدر نے مجھے پہاڑ کے وزن کے برابر سودا دیا۔ اور میرے بوجھ کو ترازو پر ایک بال سے باندھ دیا۔

فشانم خوشۂ باراں زمژگاں ــــ بشورش ابر دشت و کوہسارم

میں ملکوں (آنکھوں) سے بارش کے خوشے چھڑکتا ہوں۔ (گویا) میں شورش میں پہاڑ اور جنگل کا بادل ہوں۔

شود شوریدہ تر ہر دم گل و آب ــــ ازیں مرغابیان چشمہ سارم

میرے چشمے کی مرغابیوں سے پانی اور مٹی ہر وقت پریشان ہوتے ہیں۔

بامّید وصال آں پری وش نشکلے ہر نفس بُت مے نگارم
میں اس پری چہرہ معشوق کے وصال کی امّید میں ہر لحظہ ایک نیا بُت بناتا ہوں۔

بایماں نایم از پندار بیروں عجائب مومن زنّار دارم
نایم۔ نیایم۔ پندار۔ غرور۔
میں ایمان کے باوجود غرور سے باہر نہیں نکلتا۔ میں ایک عجیب زنّار باندھنے والا مومن ہوں۔

گریباں می درم از عشق و کاوش کہ تاب ایں سر و سودا ندارم
میں عشق اور کاوش کی وجہ سے اپنا گریباں پھاڑتا ہوں کیونکہ مجھ میں اس سر و سودا (معاملات عشق) کی تاب نہیں ہے۔

ز شہرے زادگانِ عشق پرسید یکے از عارفانِ آں دیارم
تم عشق کے شہر میں پیدا ہونے والوں سے دریافت کرو کہ میں بھی اس ملک کے عارفوں میں سے ایک ہوں۔

بایں خشکی گر آزادم گذارند ز سرسبزانِ وادی یادگارم
اس خشکی کی حالت میں بھی اگر مجھے آزاد چھوڑ دیں تو میں وادی کے سرسبزوں کی ایک یادگار بن جاؤں۔

نظیری ذوق شب خیزاں ہمیں بس کہ از پیگہ دریں وادی سوارم
شب خیز۔ رات کو جاگنے والا۔ پیگہ۔ پشتو اور فارسی میں شب گذشتہ و آئندہ اور شام کو بیگہ کہتے ہیں۔ اعتبار بلحاظ فعل ہوتا ہے اور اس کا مقابل بیگاہ

ہے جس کے معنی علی الصباح ہیں۔
اے نظیری! رات کو اٹھنے والوں (زاہدانِ شب زندہ دار) کے ذوق مجھ سے
پوچھ۔ کہ میں شام ہی سے اس وادی میں سوار ہوں۔

(۷۴)

سوخت چو شمعے پائے تا بسرم — شد تنم جملہ مایۂ نظرم
میں شمع کی طرح سر سے پاؤں تک جل گیا ہوں۔ اور میرا تمام جسم
نظر کی پونجی بن گیا ہے (ہمہ تن چشم ہو گیا ہوں)۔

در صبحم بروئے نکشایند — بر شبم خندہ میزند سحرم
(کارکنانِ قضا و قدر) میرے سامنے صبح کا دروازہ نہیں کھولتے۔
میری صبح میری رات کی ہنسی اڑاتی ہے۔

شکر یہ گلبن آشیاں دارم — چہ غم است از فنائے بال و پرم
چونکہ میرا گھونسلا پھولوں کے پودے پر ہے۔ اس لئے مجھے اپنے بال
و پر ضائع ہونے کا کوئی غم نہیں۔

پشت غم دیدگاں بمن گرم است — غم بہ پشتم سنان و من سپرم
پشت کسے گرم کردن۔ کسی کو حوصلہ یا امداد دینا۔ سناں۔ برچھی۔
غمزدوں کی پیٹھ مجھ سے گرم ہے۔ (یعنی ان کو مجھ سے مدد پہنچتی ہے)۔
کیونکہ غم میرے سامنے بھالے کی مانند ہے اور میں ڈھال ہوں۔

چکنم ابرامِ دوستاں نشنیدم — زیں تغابن کہ شد ہنوز کرم
ابرام۔ کسی کو تنگ کرنا۔ طول کرنا۔ اصرار و سختی۔ تغابن۔ افسوس۔

وہ دوست جس کا مجھ پر اب تک کرم ہو رہا ہے۔ افسوس صد افسوس! کہ اس کا ایک اصرار اور سختی بھی میں نے نہیں سہی ؎

آنزا کہ بجائے تست ہر دم کرمے
عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے

کشدم غم بایں گنہ کہ چرا
شادی از دور دیدہ ہم گذرم

غم مجھ کو اس وجہ سے مارتا ہے۔ کہ میں خوشی کو دور سے دیکھ کر کیوں گذر جاتا ہوں۔ مطلب۔ کم ظرفی کی وجہ سے خوشی کو دور سے دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہوں۔

حادثاتِ جہاں زہم رنجند
نسپارند اگر بیک دگرم

اگر زمانے کے حالات مجھے ایک دوسرے کے سپرد نہ کریں تو وہ بھی آپس میں رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ مطلب۔ وہ حادثات بھی ایک ایک کر کے میری تاب نہیں لا سکتے ہیں ؎

ملالت گرفت از من ایام را
بکنج ارم بردم آرام را

توبہ نابید بعشق شاہد راست
بر گذرگاہ ژالہ شیشہ گرم

شاہد۔ معشوق۔ ژالہ۔ اولا۔

محبوب کے عشق میں توبہ درست نہیں ہوتی۔ میری توبہ اور عشق کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ اولوں کے راستے میں میں کوئی شیشہ گر ہوں۔

بسکہ دل در قفا روم ز درت
قدم پس تر است پیشترم

میں تیرے دروازے سے جاتا ہوں تو میرا دل پیچھے ہی رہ جاتا ہے چنانچہ میں جو قدم آگے کی جانب اٹھاتا ہوں وہ پیچھے ہی اٹھتا ہے۔

مست و آشفتہ مے روم بر راہ — حال من ظاہر است از اثرم

آشفتہ۔ پریشان۔ اثر۔ نشان۔ مراد نقشِ پا۔

میں راستے میں مست و پریشان جا رہا ہوں۔ میرا حال میرے پاؤں کے نشانات سے ظاہر ہے ع صورت بہ بیں حالم مپرس۔

خوش نکردند صبحدم مُرغاں — نام کردند مرغِ خوش خبرم

پرندوں نے صبح کے وقت یہ کام اچھا نہیں کیا۔ کہ اُنہوں نے میرا نام مرغِ خوش خبر رکھ دیا۔

آنچناں داردم نظیریؔ شوق — کہ بریزند عضوہا ز پرم

اے نظیریؔ! شوق مجھے اس طرح رکھتا ہے (شوق نے میری یہ حالت کر رکھی ہے) کہ میرے بال و پر سے اعضا جھڑنے لگے ہیں۔

(۴۸)

شُست سقائے ابر برگ و برم — بہ نمی شد دل و دماغ ترم

برگ و بر۔ پتے اور پھل۔

بادل کے سقّہ نے میرے پتوں اور پھلوں کو دھو ڈالا۔ اور نمی (رطوبت) سے میرے دل و دماغ تر و تازہ ہو گئے۔

دانہ چوں خوشہ در گلو آورد — شاخہائے رگ از نمِ جگرم

رگوں کی شاخوں نے میرے جگر کی نمی سے خوشے کی طرح میرے گلے میں دانے پیدا کر دیئے۔

بس ہوا طرحِ انبساط انداخت — شد درونِ مرا برون اُدرم

طرح انداختن - بنیاد رکھنا - انبساط - خوشی - سرا - گھر -
ہوائے خوشی کی ایسی بنیاد رکھی - کہ گھر کا اندرونی حصہ دروازے کے
باہر کی طرح ہو گیا - (یعنی گھر کے اندر اور باہر ہر جگہ خوشی ہی خوشی ہے)
بدو بال سحاب دوختہ اند دامن بحر و دامن بصرم
قضاء قدر نے سمندر کے دامن کو میری آنکھوں کے دامن کو بادل کے
دو بازوؤں کے ساتھ باندھ دیا ہے -
مژہ برہم نمے توانم زد کہ بطوفان گریہ بار ورم
مژہ برہم زدن - آنکھ جھپکنا -
میں پلکوں کو جھپک نہیں سکتا - کیونکہ میں گریہ کے طوفان کا بوجھ
لئے ہوئے ہوں -
مریم ابر در تموز آورد میوۂ مہرگاں بہ ماحضرم
مریم - حضرت عیسٰے علیہ السلام کی والدہ - تموز - شدت کی گرمی گرمی
کا موسم - مہرگاں - جاڑے کا موسم - ماحضر - کھانا -
بادل کی مریم ہمارے ماحضر کے لیئے خزاں کا میوہ موسم گرما میں لے آئی -
عقد سنبل شد آہ پیچانم خوردۂ نرگس اشک چوں شررم
عقد - گرہ - سنبل - ایک خوشبودار گھاس - خوردۂ نرگس - نرگس کی پنکھڑیاں
میری پیچدار آہ سنبل کی گرہ ہو گئی اور میرے چنگاریوں جیسے آنسو
نرگس کی پنکھڑیاں بن گئے -
ہمہ امنیت و فراغت شد ہرچہ آفت نمود در نظرم

جو چیزیں بھی میری نظروں میں آفت دکھائی دیتی تھیں وہ سب امن اور فراغت ہو گئیں۔

چوں بخوبیٔ گلستاں نگرد — بوسہ بر دیدہ مے زند نظرم

جب باغ کی خوبی کی طرف دیکھتی ہے۔ تو میری نگاہ میری آنکھوں کو بوسہ دیتی ہے۔

بسکہ از شوق سینہ در جوشم — پائے تقدیم میکند بسرم

چونکہ سینے کے شوق سے میں انتہائی جوش میں ہوں۔ اس لئے میرے پاؤں میرے سر سے آگے رہتے ہیں۔

پائے در فرق مو براعضا ہست — ہمہ آبستنی و حبا نورم

پائے در فرق۔ سر سے پاؤں تک۔ آبستنی۔ حاملہ۔

پاؤں سے لے کر سر تک بال ہی بال ہیں دگویا ! میں حاملہ اور حبا نور معلوم ہوتا ہوں۔

آنچناں گم شدم بعیش و نشاط — کہ نظیری نمے رسد خبرم

اے نظیری ! میں عیش و عشرت میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ اب کسی کو میری خبر نہیں پہنچتی ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی — کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۴۹)

زخیلِ نغمہ سنجاں رفتم و طرزِ کہن بُردم
صداعِ بلبلِ کج نغمہ از طرفِ چمن بُردم

خیل - گروہ - صداع - دردِ سر -
میں نغمہ سراؤں کے گروہ سے چلا گیا اور پرانی روش کو اپنے ساتھ لے گیا اور کج نغمہ بلبل کے دردِ سر کو باغ کے گوشے سے لے گیا۔ اس شعر میں اپنی جدت پسندی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مرزا غالبؔ ؎

رفتم کہ کہنگی ز تماشا بر افگنم   در بزمِ رنگ و بو نمطے دیگر افگنم

نہ زیبِ باغ کم شد نہ بساطِ سبزہ خالی شد
خسِ خشکے ز نزہتگاہِ سرو یاسمن بُردم

بساط - فرش - نزہتگاہ - تفریح گاہ - یاسمن - چنبیلی -
میں نے سرو اور چنبیلی کی تفریح گاہ کو خشک تنکوں سے پاک کر دیا۔ ایسا کرنے سے نہ باغ کی زینت میں کچھ کمی ہوئی۔ اور نہ ہی سبزہ کا فرش خالی ہوا۔

دگر در شہر از مستی و رسوائی نمی گنجم
بیاباں دیدم و دستے بجیب و پیرہن بُردم

اب میں مستی اور رسوائی کی وجہ سے شہر میں نہیں سماتا ہوں۔ بیابان کو دیکھا اور ہاتھ کرتے کے دامن تک لے گیا۔

ز بے مہری یارانم از یں رہ یادگارے نیست

که مہرِ خویشتن را از ضمیرِ خویشتن بردم

دوستوں کی بے مہری اور بے مروتی کی اس سے بہتر کوئی یادگار نہیں۔
کہ میں نے اپنی محبت کو اپنے دل سے نکال دیا ہے ؎

مطلب پرست دوست نہ آئے قریب میں　　بیٹھا رہا ہیں دام تمنا لئے ہوئے

ہر آمیزش کہ سنجیدم خواص زہری بخشد
مذاقِ ناخوشی از شہد و شیرِ انجمن بردم

ہر آمیزش (مرکب) جس کو میں نے تولا۔ اس نے زہر کی خاصیت بخشی۔ میں محفل کے شہد اور دودھ میں سے ناخوشی کے اثر کو لے گیا مطلب دنیا کی محفل میں شہد و شیر (آرام و راحت) سبھی کچھ تھا لیکن میرے حق میں ہر چیز زہر ہلاہل ثابت (موجب غم و اندوہ) ہوئی۔

بصد کاں مومیائی اے حریفاں بر نمی گردد
شکستِ خاطرے از بزم آں پیماں شکن بردم

مومیائی۔ ایک دوائی جو ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے لئے مفید ہے سلاجیت۔
پیماں شکن۔ وعدہ توڑ دینے والا۔ بد عہد۔
اے دوستو! دل کی وہ شکستگی، جس کو میں اس وعدہ شکن کی محفل سے لے گیا۔ مومیائی کی سینکڑوں کانوں سے بھی اچھی نہیں ہو سکتی ؎

دل کبھی جڑتے نہیں اے مہرباں ٹوٹے ہوئے

فراغِ خاطر از سیر و سفر جستم نشد حاصل
غمِ غربت فراہم کردم و سوئے وطن بردم

فراغِ خاطر - دلی اطمینان - غربت - مسافری -
میں نے سیر و سیاحت سے سکونِ قلب کو تلاش کیا - لیکن حاصل نہ کر سکا - اس لئے میں نے غربت کا غم اکٹھا کیا اور وطن کی طرف لے گیا -

نظیری مست و بدخو دیدمش فرصت غنیمت بو
لب پر شکوہ پیشش رفتم و تیغ و کفن بردم

اے نظیری! میں نے اس کو مست اور بدخو (خشم آلود) دیکھا - یہ موقع بہت غنیمت تھا - (اس لئے) میں شکوے سے بھرے ہوئے لبوں کے ساتھ اس کے سامنے آیا اور تیغ و کفن ساتھ لے گیا ؎

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائینگے کیا

(۵۰)

بے روئے تو پروانۂ امشب بچراغم
خود را بچناں بیخودیٔ سوخت کہ داغم

آج رات تیرے چہرے کے بغیر (تیری جدائی میں) پروانے نے اپنے آپ کو اس میرے چراغ میں ایسی بیخودی سے جلایا کہ اس کی موت کا میرے دل پر داغ ہے -

مطرب بکنایت غزلے دوش عطا کرد
از گریہ شدم مست و شد از دست ایاغم

مطرب - گویا - کنایت - کنایہ ، اشارہ - دوش - کل رات -

کل رات مطرب نے گنایوں میں اس طرح غزل ادا کی (گائی) کہ میں گریہ
سے مست ہوگیا ہوں اور شراب کا پیالہ میرے ہاتھ سے گر پڑا۔

دور از تو زخودرفتگی ہمی دیدم دست
کز پیش نظر ناشدہ گیرند سراغم

دست دادن - ہاتھ لگنا، حاصل ہونا۔
تجھ سے دور ہو کر بھی مجھے ایک ایسی خودرفتگی حاصل ہوتی ہے۔ کہ
نظر سے غائب ہوئے بغیر لوگ میرا سراغ پاتے ہیں (اگرچہ میں لوگوں کے
سامنے ہوں لیکن وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں)۔

بوئے اگر از مہر و محبت نہ شنیدم
گل را گنہے نیست گرفتست دماغم

اگر میں نے مہر و محبت کی خوشبو نہیں سونگھی تو پھول کا کوئی قصور
نہیں۔ کیونکہ میرا اپنا دماغ بند ہے ؎
گل را قصور نیست تراگر زکام ہست   در بار کاروان ہمہ مست طبیب ما

اے گلبن طالع چہ ہمی روئے بزردی
فصلے نگذشت است ز سرسبزی باغم

گلبن - پھولوں کا پودا۔ طالع - قسمت، نصیب۔
اے میرے نصیب کے گلبن! تو ابھی سے زرد کیوں ہونے لگا۔ کیونکہ
میرے باغ کی سرسبزی کا ابھی ایک موسم بھی نہیں گزرا ؎
حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

کو جیب کشا صبحم و پر گن ز سیاہی
شد روشنیٔ روز رقم بر پر زاغم

میری گریبان کھولنے والی صبح کہاں ہے؟ اسے سیاہی سے بھر دو کیونکہ (میرے) دن کی روشنی کوّے کے پروں پر لکھی گئی ہے مطلب یہ کہ جب تک جوانی میں میرے بال سیاہ تھے مجھے صبح کی روشنی اچھی معلوم ہوتی تھی۔ اوراب جبکہ بڑھاپا آگیا ہے اور میرے بال سفید ہو گئے ہیں۔ میرے نزدیک صبح اور شام یکساں ہیں۔

مشغول بعلم و ادب باش نظیری
تا چند شوی شیفتۂ لابہ و لاغم

لابہ۔ چاپلوسی۔ لاغ۔ ظرافت۔

اے نظیری! تو علم و ادب میں مشغول رہ۔ تو کب تک چاپلوسی اور ظرافت کا شیفتہ رہے گا۔

(۵۱)

نہ مقامے کہ در آں زادِ سفر تازہ کنیم
نہ غبارے کہ از آں سرمہ نظر تازہ کنیم

زادِ سفر۔ سفر کا سامان۔

نہ کوئی ایسا مقام ہے کہ جہاں ہم از سرِ نو سفر کا سامان کر سکیں اور نہ کوئی ایسا غبار ہے کہ جس کے سرمے سے نظر کو تازہ کر سکیں۔

سوئے ایں بادیہ ہرگز نہ وزیدہ است نسیم

سینہ بر برق کشائیم و جگر تازہ کنیم

بادیہ - جنگل - وزیدن - ہوا کا چلنا۔

اس جنگل کی طرف کوئی نسیم نہیں چلی - اس لئے ہم بجلی کے سامنے اپنا سینہ کھول دیا ہے اور جگر کو تازہ کرتے ہیں۔

ہمہ از شعلہ چو پروانہ پر انداختہ ایم

وز تپیدن نتوانیم کہ پر تازہ کنیم

ہم سب نے پروانے کی طرح شمع سے پر گرا دیئے ہیں اور اب تڑپ کر پروں کو تازہ نہیں کر سکتے۔

تشنہ دارند بہ بحر و دم آبے ندہند

خود لبِ خشک بخونناب جگر تازہ کنیم

وہ مجھے سمندر میں بھی پیاسا رکھتے ہیں - اور پانی کا گھونٹ نہیں دیتے۔

ہم اپنے خشک لبوں کو جگر کے خالص خون سے تازہ کرتے ہیں سے

آئیں نہ وہ بلا سے بجھانیکو دل کی پیاس مجھ تشنہ لب کے واسطے خون جگر تو ہے

کے بود یارِ سفر کردۂ ما باز آید

جانِ مشتاق از آں سینہ و بر تازہ کنیم

دیکھئے ہمارا مسافر محبوب سفر سے کب واپس آتا ہے اور ہم اپنی مشتاق جان کو اس کے سینہ و آغوش سے تازہ کرتے ہیں۔

خلق را فتنۂ ایں شہر فراموش شدہ

زخمِ پنہاں بنمائیم و خبر تازہ کنیم

لوگوں کے دلوں سے اس شہر کا فتنہ فراموش ہو گیا۔ ہم اپنے پوشیدہ زخم دکھا کر اسی خبر کو تازہ کرتے ہیں۔

وقت آں شد کہ مے از ساغر خورشید زنیم
لبے از خندۂ شادی چو سحر تازہ کنیم

اب وہ وقت آگیا کہ سورج کے پیالہ میں سے شراب پیئیں اور خوشی کی ہنسی سے صبح کی طرح لبوں کو تازہ کریں۔

شمس دیں اختر اعظم بسعادت خواہیم
نوبت سلطنت شمس و قمر تازہ کنیم

شمس الدین جو ایک بڑا ستارہ ہے اس کو ہم سعادت کے ساتھ چاہیں۔ جب وہ آئے تو ہم شمس و قمر کی سلطنت کی تقریب کو تازہ کریں۔

بندہ باشیم و ملوکانہ حکومت رانیم
روش دیگر و آئین دگر تازہ کنیم

(شمس الدین ممدوح) کے ہم غلام بنیں۔ اور بادشاہوں کی طرح حکومت کریں۔ ایک دوسری روش اور ایک دوسرا (نیا) قانون تازہ کریں۔

بہ تضرع کلہ فقر ز سر بردازیم
بادشاہانہ ہمہ تاج و کمر تازہ کنیم

تضرع۔ عاجزی، گریہ وزاری۔ کلہ۔ ٹوپی۔ کمر۔ پیٹی۔ پٹکا۔
ہم عاجزی کے ساتھ فقر کی ٹوپی سر سے اتار دیں۔ اور بادشاہوں کی طرح تاج اور پٹکا تازہ کریں (فقر چھوڑ کر بادشاہت اختیار کریں)۔

کس شان سے رہتا ہے اللہ کا دیوانہ سامان گدایانہ، انداز ہیں شاہانہ

نقش امید نظیری بجہاں نتواں یافت
بہ کہ ایں تختہ بشوئیم و ز سر تازہ کنیم

اے نظیری! امید کا نقش دنیا میں نہیں مل سکتا۔ بہتر ہے کہ ہم اس تختے کو دھو ڈالیں اور نئے سرے پھر بنائیں۔ مطلب۔ اس دنیا میں تو کوئی امید بر نہیں آتی۔ اس لئے ہم ایک نئی دنیا آباد کریں۔

(۵۲)

یک گلیم اما برتبت چوں خم و پیمانہ ایم
مختلف در رنگ و بوئیم ارچہ از یک دانہ ایم

گل۔ مٹی۔ خم۔ شراب کا مٹکا۔

ہم ایک ہی مٹی سے ہیں لیکن رتبے میں خم اور پیمانے کی طرح (مختلف مدارج رکھتے) ہیں۔ اگرچہ ہم ایک ہی دانے سے ہیں۔ لیکن بلحاظ رنگ و بو مختلف ہیں۔ مطلب۔ اگرچہ ہم بظاہر مختلف نظر آتے ہیں اور ہم میں فرق مراتب پایا جاتا ہے۔ لیکن باعتبار آفرینش ہماری اصل ایک ہی ہے اور ہم ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔

سرِ معبودیم و با شرک خفی یک دانہ ایم
روحِ مسجودیم و با نفس دنی ہمخانہ ایم

سر۔ راز۔ شرک خفی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔ مسجود۔ سجدہ کیا گیا۔ نفس دنی۔ کمینہ نفس، نفس امارہ۔

ہم معبود (ذات باری تعالیٰ) کا راز ہیں اور شرکِ خفی کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہم روح مسجود ہیں اور کمینے نفس کے ساتھ ہم خانہ ہیں۔ مطلب انسان معبود حقیقی کا راز (مظہر ذات و صفات خداوندی) ہونے کی وجہ سے بلند مرتبہ بھی ہیں۔ اور نفس امارہ کی مصاحبت سے ذلیل و خوار ہو جاتا ہے ؎

آدمی زادہ طرفہ معجونے است — کز فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند قصد ایں شود کم از ایں — ور کند میل آں شود بہ از آں

طبع معشوقی و لاف عاشقی از ما خطاست
طعمۂ بازیم اگر شمعیم اگر پروانہ ایم

لاف۔ ڈینگ۔ طعمہ۔ لقمہ، خوراک۔

ہماری طبیعت تو معشوقانہ (نازک) ہے اس لئے عاشقی کی ڈینگ مارنا غلطی ہے۔ ہم باز کی خوراک ہیں۔ خواہ ہم شمع ہیں خواہ پروانہ ہیں۔

گنج در ویرانہ باید کرد پنہاں ایں عجب
بوالعجب تر اینکہ گنجیم و خود ویرانہ ایم

یہ ایک عجیب بات ہے کہ خزانے کو ویرانے میں چھپایا جاتا ہے لیکن یہ امر اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے کہ ہم خود ہی خزانہ ہوں اور خود ہی ویرانہ ؎

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا — دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو

قفلہا از ما کشاید فتحہا از ما شود
ہر کجا تقدیر مفتاح است ما دندانہ ایم

مفتاح۔ چابی، کنجی۔